إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ○ الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ○

خدا اس بات سے عار نہیں کرتا کہ مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز (مثلاً مکھی مکڑی وغیرہ) کی مثال بیان فرمائے۔ جو مومن ہیں وہ یقین کرتے ہیں کہ وہ ان کے پروردگار کی طرف سے سچ ہے اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے خدا کی مراد ہی کیا ہے۔ اس سے (خدا) بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت بخشتا ہے اور گمراہ بھی کرتا ہے تو نافرمانوں ہی کو۔ جو خدا کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز (یعنی رشتہ قرابت) کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے اس کو قطع کئے ڈالتے ہیں اور زمین میں خرابی کرتے ہیں یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (۲/۲۶-۲۷)

حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب پچھلی تین آیتوں میں دو مثالیں منافقوں کی بیان ہوئیں یعنی آگ اور پانی کی تو وہ کہنے لگے کہ ایسی ایسی ..... چھوٹی مثالیں اللہ تعالیٰ ہرگز بیان نہیں کرتا اس پر یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں جب قرآن پاک میں مکڑی اور مکھی کی مثالیں بیان ہوئیں تو مشرک کہنے لگے بھلا ایسی حقیر چیزوں کے بیان کی قرآن جیسی خدائی کتاب میں کیا ضرورت ہے؟ تو جواب میں یہ آیتیں اتریں اور کہا گیا کہ حق کے بیان سے اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا خواہ وہ کم ہو یا زیادہ لیکن اس میں کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیتیں مکی ہیں اور یہ حالات ایسے نہیں۔ واللہ اعلم اور بزرگوں سے بھی اسی طرح کا شان نزول مروی ہے (ابن کثیر)

یہ جو کہا گیا کہ اللہ نے مکھی اور مکڑی جیسی حقیر چیز کی مثال کیوں بیان کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ کسی بھی حقیر چیز کو خواہ وہ اس کی مثال دینا حیا کی وجہ سے نہیں چھوڑتا کہ اس میں حکمتیں ہیں۔ وہ مچھر ہو یا اس سے بڑی یا چھوٹی۔ جو اہل ایمان ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال ٹھیک اپنے موقع پر خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو لوگ کافر ہوئے وہ اعتراض سے کہتے ہیں کہ ایسی مثال سے کیا فائدہ اللہ تعالیٰ نے سوچا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا اس مثال سے وہ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت کرتا ہے جو ایمان کی وجہ سے اس کو ٹھیک سمجھتے ہیں اور گمراہ کرتا ہے انہیں کو جو اس کے حکم سے نکلے ہوئے ہیں ان لوگوں کو اللہ نے حکم فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تو وہ اس کے خلاف کرتے ہیں اور یہی وعدہ کر کے توڑتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کے ملانے کا حکم فرمایا اس کو کاٹتے ہیں یعنی صلہ رحمی نہیں کرتے اور قرآن پر ایمان نہیں لاتے (ما امر اللہ به ان یوصل میں به کی ضمیر سے ان دونوں کا واقعہ ہونا ہے) اور لوگوں کو ایمان سے روک کر اور ہر قسم کے گناہ کر کے زمین میں فساد کرتے ہیں جن کا یہ حال ہے وہی ہیں ٹوٹے والے کہ ان کا ہمیشہ آگ میں ہے (جلالین اردو) حق یہ ہے کہ مثالوں کا بیان مقتضائے حکمت اور مضمون کو دلنشین کرنے والا ہوتا ہے اس لئے اس پر اعتراض غلط اور بے جا ہے اور بیان اسلاف حق ہے (حاشیہ کنز الایمان) الہامی بیان کی

مثال دی گئی ہے جس کے شعور زمین میں خار جیسی اور عموماً زمین میں بل بنا کر رہتے ہیں ۔ بعض کو یہ بیان نا پسند ہوا یہ ہوتا ہے اور بعض کو موجب ضلالت ہو جاتا ہے ۔ حیا یعنی نفس انسان کا خرابی اور برائی کے خوف سے منقبض اور متغیر ہو جانا "فاسقین" فسق نکلنے کو کہتے ہیں عرف شرع میں گناہ کرکے اللہ کی فرمانبرداری سے خارج ہونے کو کہتے ہیں ۔ "عہد" لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کی محافظت اور رعایت کی جاتی ہے ۔ (مولانا عثمانی) سنت الٰہی یہ ہے کہ وحی کا مقدم انسانی عقل و خیال کے مطابق ہوتا ہے اور بیان حقائق کے لئے مثالیں ضروری ہیں ۔ (ترجمان) کسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے اگر مکھی مکڑی یا مچھر جیسی کسی حقیر ترین چیز سے مثال دینا ضروری ہو تو اللہ تعالیٰ کسی کے اعتراض کے ڈر سے ایسی مثال کو ترک نہیں فرماتا ۔ سلیم الطبع لوگ تو مثال کے مفید ہونے کی وجہ سے تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے لیکن جن کی فطرت مسخ ہو چکی ہے وہ اعتراض کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ عجیب خدا کا کلام ہے جس میں مکڑی اور مچھر کا ذکر ہے ۔ (قرطبی بحوالہ ضیاء القرآن)

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْ
خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

(کافرو) تم خدا سے کیونکر منکر ہو سکتے ہو جس حال میں کہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر
وہی تم کو زندہ کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لیے پیدا کیں پھر
آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز سے خبردار ہے۔ (۲/۲۸-۲۹)

میں فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کیسے کر سکتے ہو [illegible] کی عبادت کیسے کر سکتے ہو جبکہ تمہیں علم ہے وجود میں لانے
والا اللہ ہی ہے۔ تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں مردہ تھے [illegible] اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں قبروں سے اٹھائے
گا [illegible] اور قبروں کی طرف جاؤ گے پھر قیامت میں [illegible] اور زندگیاں
[illegible] اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین پیدا کی پھر آسمانوں کو بنایا [illegible] (وہ تمام چیزیں جو انسان [illegible]
[illegible] (کافرو) انکار حق تعالیٰ کی [illegible] ہے کہ معدوم کو موجود کیا پھر
[illegible] معدوم کرتا ہے پھر وہی قادر مطلق ہے [illegible] دوبارہ زندگی عطا کرے گا اور اسی طرح تم اسی
کی بارگاہ [illegible] تم خالق حقیقی سے روگردانی
کیسے کر سکتے ہو [illegible] زمین کی ہر ایک چیز کو پیدا کیا پھر آسمان کی طرف توجہ کی اور اس کے سات طبقے بنا دیے۔ زمین
اور آسمان کی چیزوں میں [illegible] وہ آسمان سے اترتی ہے (کلام حقانی)
لفظ کیف کا [illegible] استعمال ہوا ہے [illegible] کیا جا رہا ہے۔ (اے کافرو) کفر و انکار کی جرأت و ہمت کس
طرح کر سکتے ہو [illegible] انسان کی [illegible] عدم سے وجود [illegible] کر دیے یعنی خلق، احیاء
[illegible] اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ پھر حشر میں زندہ کیا جانا۔ اس میں آیت میں خلقت انسانی کا پورا بیان آ گیا ہے
[illegible] روح [illegible]
[illegible] نوع انسانی کو دوسری آیت میں مطلع کیا گیا ہے کہ تم [illegible]
[illegible] یہ آیت [illegible]
[illegible] اور وہ خود خدا [illegible] انسان جس چیز [illegible]
[illegible] اس کا [illegible] اسلام
[illegible]
[illegible] السماء سے مراد [illegible]
[illegible] واحد و جمع [illegible]
[illegible] استویٰ کا صلہ الیٰ [illegible]

کے معنی دیا ہے۔ فَسَوّٰىهُنَّ درستی و تکمیل کے معنی میں ہے۔ ضمیر ھن السماء کی طرف راجع ہے خواہ اس کی تفسیر اجرام سے
کی جائے یا خود اس کو معنی جمع قرار دیا جائے۔ اس کا اردو ترجمہ "انھیں ٹھیک ٹھاک کر دیا" بہترین ہے۔ سبع سماوات
قدیم اہل ہیئت نے سات آسمانوں سے مراد سات مشہور سیارے لیے ہیں یعنی کرہ قمر، کرہ عطارد، کرہ زہرہ، کرہ شمس
کرہ مریخ، کرہ مشتری اور کرہ زحل۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی ساری ضرورتوں کا پورا علم ہے انھیں پیدا کیا اور ان کی
ہر ضرورت پوری کرنے کا سامان بھی کر دیا۔ (مفردات غریب القرآن، تفسیر، مدارک، المنار، بیضاوی، کشاف، مظہری، جواہر، ماجدی،
تفہیم) مشہور فقہاء اور مفسر رازی وغیرہ نے خَلَقَ لَکُم کو قاعدہ اشیاء کے مباح الاصل ہونے کی دلیل قرار دی
ہے (کنز الایمان) موت انسان کو بے زندگی سے نکال کر ابدی اور دائمی زندگی کی طرف لے جاتی ہے، یہ بڑی نعمت ہے۔ خالق
کائنات نے انسان کی تخلیق کا شرف اہتمام سے ذکر فرمایا ہے۔ (مواہب ضیاء القرآن) آخرت کی زندگی ادبی پیدائش سے
دوسری پیدائش ہو اس لحاظ سے دنیا کی مخلوقات میں نوع انسانی کی برتری اور مخلوقات ارضی کا اس کے ہاتھ کو انسانی
الفطن اپنے کام میں لانا (ترجمان القرآن)

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا تو اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کشت و خون کرتا پھرے اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح اور تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ (خدا نے) فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (۲/۳۰)

إِذْ ظرف زمان ہے کسی گزشتہ واقعہ کو یاد دلانے کے موقع پر آتا ہے جس طرح إِذَا کسی واقعہ مستقبل پر آتا ہے۔ بعض نے اُذْکُرْ اس کے قبل مقدر مانا ہے۔ رَبُّكَ ذکر آفرینش انسانی کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ اللہ کی صفت ربوبیت کو یاد دلانا مصلحت پر مبنی ہے۔ مَلٰٓئِكَة جمع ہے ملک کی اور وہ اَلُوک سے ہے جس کے معنی پیامبری یا پیام رسانی کے ہیں۔ ملائکہ کا کام پیام رسانی ہوتا ہے وہ خالق کے پیامات مخلوق تک لایا کرتے ہیں۔ اردو میں انہیں فرشتہ کہیں گے۔ فرشتے ازلی مخلوق ہوتے ہیں پرستش منحصر یا معبود ہونا ہوتا ہے نہ ان کی الوہیت صفت نہیں رکھتے۔ لِلْمَلٰٓئِكَةِ میں لام تبلیغ کا ہے۔ خَلِيفَة جو کسی کی نیابت کرے خواہ اس لئے کہ وہ موجود نہیں یا اس لئے کہ فوت ہو چکا یا اس لئے کہ معذور ہے اور خواہ اس لئے کہ مستخلف کی تعظیم ظاہر ہو۔ اور خلیفۃ اللہ وہ ہے جو زمین پر اللہ کی شریعت کی حکومت قائم کرے۔ تَجْعَلُ فِيهَا ۔ مَن يُفْسِدُ فِيهَا ضمیر ھا دونوں جگہ ارض (روئے زمین) کی طرف ہے۔ فِيهَا کی تکرار شدت فساد کے اظہار کے لئے ہے۔ مَن يُفْسِدُ فِيهَا فرشتوں کے اس قول سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ یہاں اشارہ محض ذات آدمؑ کی طرف نہیں کیونکہ ان سے فساد فی الارض اور خونریزی کیوں ظاہر ہوتی بلکہ خلیفہ سے اشارہ جنس آدم یا نسل آدم کی طرف ہے۔ أَتَجْعَلُ فِيهَا الخ مطلب یہ ہے کہ یہ جدید مخلوق اور اس کی ذریات آگے چل کر قوانین الٰہی کی نافرمانی کرے گی اور نافرمانی کا نتیجہ یہ ہو گا کہ روئے زمین پر مادی و معنوی دونوں حیثیتوں سے فساد برپا ہو کر رہے گا۔ فرشتوں کا یہ قول بطور اعتراض یا گستاخی کے نہ تھا بلکہ تمام تر عجز و نیاز مندی "تواضع و فرماں برداری" اور جوش جاں نثاری کا نتیجہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات کسی طرح فرشتوں کو معلوم کرا دی ہو گی کہ بنی آدم میں بعض برے سے برے بھی طرح کے ہوں گے۔ بِحَمْدِكَ میں ب تسبیح کے ساتھ حمد کے دوام معیت کے اظہار کے لئے ہے۔ لَكَ میں ل اظہار تخصیص کے لئے ہے یعنی تقدیس خاص تیری رضا ہی کے لئے ہے۔ تسبیح کا اطلاق زیادہ تر طاعات کے موقع پر ہوتا ہے اور تقدیس کا لفظ اعتقادات کے۔ وَنَحْنُ میں واو حالیہ ہے۔ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ یعنی مصالح کائنات و مخلوق کی حاجات کے سلسلے میں "حقیقتاً میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔" (ابن جریر، کبیر، مفردات غریب القرآن، روح المعانی، بیضاوی، معالم التنزیل، کشاف وغیرہ مولانا دریابادی تلخیص)

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے فرشتوں میں ان کا ذکر فرمایا جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک خلیفہ سے مراد صرف حضرت آدم علیہ السلام ہیں لیکن اس میں تامل ہے کیونکہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مطلب نہیں اگر یہ نسل فرشتوں کا قول کہ وہ زمین میں فساد کریں گے

اور چونکہ جنات میں لگ گمان ہے کہ انہوں نے اولاد آدم کے متعلق بھی کیا تھا نہ کہ خاص حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت۔ محض بعید ہے کہ فرشتوں کی طرف سے بطور اعتراض کے نہ تھی نہ ہی آدم پر حسد کی وجہ سے تھی۔ یہ سوال صرف اس حکمت کے معلوم کرنے کے لئے تھا اور اس راز کا ظاہر کرنا مقصود تھا جو ان کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ یہ جانتے تھے کہ اس مخلوق میں فساد کرنے والے بھی ہوں گے تو ادب سے متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ اس میں کیا حکمت ہے اگر عبادت مقصود ہے تو تحمید و تقدیس و تسبیح ہر وقت ہماری زبانوں پر ہے اس پر ارشاد ربانی ہوا کہ اس میں جو حکمت و مصلحت ہے اسے ہم ہی جانتے ہیں تم نہیں (بحوالہ ابن کثیر) ملائکہ کو یہ معلوم تھا کہ انسان میں دو قوتیں شہویہ اور غضبیہ موجود ہیں جن کا مقتضاء فساد و قتل ہے اس لئے تسبیح اور تقدیس کے لائق ہم ہیں جگہ یہ دونوں فرشتوں میں نہیں لہذا ان کے مقابلے میں ہم زیادہ لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خلافت پر دلالت کرنے والی کسی اور ان سے اشارۃً دونوں صفتوں کی نفی بھی کر دی اس لئے محض تسبیح و تحمید کو خلیفہ بننے کا مقابلہ میں اور تقدیس کو سینک لگانا کے مقابلہ میں ذکر کیا۔ (بحوالہ حقانی) خلیفہ احکام و اوامر کے اجراء و دیگر تصرفات میں اصل کا نائب ہوتا ہے یہاں خلیفہ سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں۔ فرشتوں کو خلافت آدم کی خبر اس لئے دی گئی کہ وہ ان کو خلیفہ بنانے کی حکمت دریافت کر کے معلوم کریں اور ان پر خلیفہ کی شان و عظمت ظاہر ہو کر ان کو پیدائش سے قبل ہی خلیفہ کا لقب عطا ہوا اور آسمان والوں کو ان کی پیدائش کی بشارت دی گئی۔ (بحوالہ حاشیہ کنز الایمان)

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝

اور (اللہ تعالیٰ) نے سکھا دیے آدم کو تمام اشیاء کے نام پھر پیش کیا انہیں فرشتوں کے سامنے اور فرمایا بتاؤ تو مجھے نام ان چیزوں کے اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو عرض کرنے لگے ہر عیب سے پاک ہے تو نہیں ہے کچھ علم ہمیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا ہے بیشک تو ہی علم و حکمت والا ہے (۲/۳۱-۳۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص علم لدنی سے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر اپنی فضیلت دی۔ فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام بتائے یعنی ان کی تمام اولاد کے اسماء [illegible] زمین و آسمان [illegible] تری خشکی [illegible] چرند پرند و فرشتے تمام وغیرہ تمام [illegible] چیزوں کے نام ۔۔۔ (ابن کثیر) پھر جب آدم کو حقیقت علم حاصل ہو گیا اور تمام صفات کاملہ کا مرکز [illegible] علم خلافت و نیابت ہے [illegible] خلیفہ [illegible] ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے رکھا اور [illegible] میں [illegible] تم مجھ کو ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ ہم تیری ہی تسبیح کرتے ہیں (اور تسبیح و تقدیس کو علم اشیاء لازم ہے) [illegible] فرشتوں [illegible] حقائق اشیاء [illegible] علم حاصل [illegible] فرشتوں [illegible] آدم سے فرمایا [illegible] آدم نے [illegible] تمام [illegible] فضیلت علم کے قائل ہو گئے [illegible] علم [illegible] سبحانک لا علم لنا الخ جب فرشتوں کا عجز [illegible] ثابت ہو گیا تو خدا تعالیٰ نے ان کو [illegible] کو [illegible] آسمان و زمین کی پوشیدہ باتیں [illegible] انی اعلم ما لا تعلمون ۝ [illegible] (حقانی) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر تمام اشیاء و جملہ مسمیات پیش فرما کر [illegible] اسماء و صفات و افعال و خواص و اصول علوم و صناعات [illegible] علم [illegible] ارشاد فرمایا [illegible] (یعنی فرشتو) اپنے اس خیال میں [illegible] تم سے زیادہ عالم پیدا نہ کروں گا اور خلافت کے تم ہی مستحق ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ [illegible] خلیفہ کا [illegible] اور [illegible] خلیفہ [illegible] ان تمام چیزوں کا علم [illegible] (مسئلہ) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ملائکہ پر افضل ہونے کا سبب علم ظاہر فرمایا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم اسماء خلوتوں اور تنہائیوں کی عبادت سے افضل ہے ۔ (مسئلہ) اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں (کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو [illegible] تمام اشیاء کے نام سکھا دیے اور [illegible] کی [illegible] تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا [illegible] حضرت آدم علیہ السلام کے علم [illegible] خلیفۃ اللہ فی العالم [illegible] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علوم [illegible] (ضیاء القرآن) [illegible] علم [illegible] فرشتوں کی استعداد سے [illegible] حضرت آدم علیہ السلام کے علمی تفوق

کا اظہار فرمایا کہ فساد و خونریزی لانے سے جو شبہ اس کے استحقاق خلافت پر کیا گیا تھا اس کا جواب دیا۔ (اگر ایسی مخلوق (انسان) پیدا کرنا منشا تھا کہ فساد و خون ریزی سے پاک جس میں خیر و شر نہ ہو ... کا مخلوط مجموعہ ہو اور جس میں خیر و شر کے دونوں جذبات موجود ہوں اور جذبات شر کو مغلوب کر کے خیر کے میدان میں آگے بڑھے اور اوصاف خداوندی کا مظہر بنے۔ (معارف القرآن) آیت کے ان الفاظ سے اہل سنت و جماعت نے انبیاء کی تفضیل ملائکہ پر نکالی ہے۔ **آدمؑ** نبی بھی تھے پہلے بشر تھے خلیفۃ اللہ کے اولین مصداق۔ جب خلیفہ زمین پر آئے تو دجلہ و فرات کے دوآبہ میں آکر آباد ہوئے توریت کی روایت کے موجب عمر ۹۳۰ سال کی پائی۔ زمین کی مٹی (ادیم) سے پیدا کئے جانے کی بابت آدم کہلائے۔ **"اَسْمَاءَ"** اسم کا مفہوم عربی میں اردو کے "نام" سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ اسم وہ ہے جس کے ذریعہ سے کوئی چیز جانی یا پہچانی جائے۔ اسماء سے اسماء الٰہی بھی مراد لئے گئے ہیں۔ **کُلَّهَا** تکوینی سلسلہ میں کامل معرفت اشیاء۔ **عَرَضَهُمْ** صرف نام پیش نہیں ہوئے تھے بلکہ اصل موجودات ... یا صورت مثالی سے حضرت آدمؑ کو تمام مخلوقات کے نام اور خواص عرضهم على الملائكة ... خود ان مخلوقات و موجودات کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ **اَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ** مراد یہاں ان اشخاص کے نام نہیں خواص و آثار بھی مراد ہیں۔ **صٰدِقِیْنَ** یہاں صدق سے مراد ان کے دعوے کا صحیح ہونا ہے۔ لغت عرب میں صدق کا اطلاق اردو کی سچائی سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ اقوال و اعتقادات کی طرح افعال پر بھی صداقت افعال و نفس الامریت کے لئے آتا ہے۔ (بحوالہ معالم، بیضاوی، ابن جریر، راغب، مظہری، کشاف، المنار، بحر المحیط وغیرہ بحوالہ ماجدی "تلخیص")

قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ‌ۚ فَلَمَّاۤ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّـكُمۡ اِنِّىۡۤ اَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ۝ وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَؕ اَبٰى وَاسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝ فرمایا اے آدم! بتادو انہیں ان (چیزوں) کے نام۔ سو جب آدم نے فرشتوں کو بتا دیے ان کے نام تو اللہ نے فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں خوب جانتا ہوں سب چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں اور زمین کی، اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور (داخل) ہو گیا وہ کافروں میں۔ (۲/۳۳-۳۴)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے فرمایا کہ تم انہیں ان تمام چیزوں کے نام بتا دو تو انہوں نے بتا دیے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی یہ فضیلت فرشتوں کو معلوم ہوئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا "کیا میں نے تم سے پہلے ہی نہ کہا تھا کہ میں ہر کھلے اور چھپے کا جاننے والا ہوں"۔ حضرت آدم علیہ السلام کی اس بہتر برتری کو ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اپنا سب سے بڑا احسان ظاہر کیا اور پھر دوبارہ اپنے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم کو سجدہ کریں۔ اس خطاب میں ابلیس بھی داخل تھا لیکن اس نے نافرمانی کی اور سزا بھگتی۔ سجدہ کرنے کا حکم بجا لانا خداوند تعالیٰ کی اطاعت اور آدم علیہ السلام کا اکرام تھا (جواہر تفسیر) خدا تعالیٰ نے ان (فرشتوں) کو متنبہ کرنے کو فرمایا کہ تم اپنے دل میں کیا سمجھتے تھے، میں تو ہر چیز کی حکمت و مصلحت اور ہر آسمان و زمین کی پوشیدہ بات جانتا ہوں اور تمہارے دلوں کے مطالب اور خیالات سے بھی آگاہ ہوں۔ حضرت آدم کو یہاں تک عزت دی کہ ملائکہ کو (بعض کہتے ہیں کہ زمین کے ملائکہ کو، بعض کہتے ہیں سب کو) سجدہ کا حکم دیا۔ سب نے تعمیل کی مگر ابلیس نے کہ جس کو شیطان کہتے ہیں تکبر سے حکم عدول کی اور دراصل وہ علم الٰہی میں کافروں میں شمار تھا۔ سجدہ کے معنی لغت میں جھکنا ہے اور شرع نے اس کو خاص کر لیا اور اس کے معنی زمین پر پیشانی رکھنا قرار دیا۔ اس میں نہایت درجہ کی تعظیم ہے اس لئے شریعت نے اس کو غیر اللہ کے لئے حرام کر دیا۔ (جواہر تفسیر حقانی) حضرت آدم علیہ السلام نے ہر چیز کا نام اور اس کی پیدائش کی حکمت بتا دی سو فرشتوں نے جو بات ظاہر کی تھی وہ یہ تھی کہ انسان فساد و خونریزی و خوف ریزی کرے گا اور جو بات چھپائی تھی وہ یہ تھی کہ مستحق خلافت وہ خود ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے افضل و اعلم کوئی مخلوق پیدا نہ فرمائے گا۔ "مسئلہ" اس آیت سے انسان کی شرافت اور علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف تعلیم کی نسبت کرنا صحیح ہے اگرچہ اس کو معلم نہ کہا جائے گا کیونکہ معلم پیشہ ور تعلیم دینے والے کو کہتے ہیں۔ "مسئلہ" اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جملہ لغات و کل زبانیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ "مسئلہ" یہ بھی ثابت ہوا کہ ملائکہ کے علوم و کمالات میں زیادتی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام موجودات کا نمونہ اور عالم روحانی و جسمانی کا مجموعہ بنایا اور ملائکہ کے حصول کمالات کا وسیلہ کیا تو انہیں حکم فرمایا کہ حضرت آدم کو سجدہ کریں کیونکہ اس میں شکر گزاری اور حضرت آدم کی فضیلت کے اعتراف اور اپنے مقولہ

کی ضرورت کو نشان بنایا جاتا ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا تھا ان کی سند یہ آیت ہے "جب میں اسے ٹھیک بنا لوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں تو تم اس کے لئے سجدہ میں گر جانا" (۳۸/۷۲) (بیضاوی) سجدہ کا حکم تمام ملائکہ کو دیا گیا تھا یہی اصح ہے (خازن) "مسئلہ" سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک سجدۂ عبادت جو بقصد پرستش کیا جاتا ہے دوسرا سجدۂ تحیت جس سے مسجود کی تعظیم منظور ہوتی ہے نہ کہ عبادت۔ "مسئلہ" سجدۂ عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے کسی اور کے لئے نہیں ہو سکتا نہ کسی شریعت میں کبھی جائز ہوا۔ یہاں جو مفسرین سجدۂ عبادت مراد لیتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ سجدہ خاص اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اور حضرت آدم علیہ السلام قبلہ بنائے گئے تھے تو وہ مسجود الیہ تھے نہ کہ مسجود لہ۔ مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اس سجدہ سے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا فضل و شرف ظاہر فرمانا مقصود تھا اور مسجود الیہ کا ساجد سے افضل ہونا کچھ ضروری نہیں جیسا کہ کعبہ معظمہ حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ و مسجود الیہ ہے باوجودیکہ حضور اس سے افضل ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں سجدۂ عبادت نہ تھا سجدۂ تحیت تھا اور خاص حضرت آدمؑ کے لئے تھا زمین پر پیشانی رکھ کر تھا نہ کہ صرف جھکنا یہی قول صحیح ہے اور اسی پر جمہور ہیں (مدارک) مسئلہ سجدۂ تحیت پہلی شریعتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں منسوخ کیا گیا اب کسی کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضور نے فرمایا مخلوق کو نہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرے (مدارک) ملائکہ میں سب سے پہلے سجدہ کرنے والے حضرت جبریل ہیں پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر عزرائیل پھر اور ملائکہ مقربین یہ سجدہ جمعہ کے روز وقت زوال سے عصر تک کیا گیا ایک قول یہ بھی ہے کہ ملائکہ مقربین سو برس اور ایک قول میں پانچ سو برس سجدہ میں رہے شیطان نے سجدہ نہ کیا اور براہ تکبر یہ اعتقاد کرتا رہا کہ وہ حضرت آدمؑ سے افضل ہے اس کے لئے سجدہ کا حکم معاذ اللہ تعالیٰ خلاف حکمت ہے اس اعتقاد باطل سے وہ کافر ہو گیا "مسئلہ" آیت میں دلالت ہے کہ حضرت آدمؑ فرشتوں سے افضل ہیں کہ ان سے انہیں سجدہ کرایا گیا "مسئلہ" تکبر نہایت قبیح ہے اس سے کبھی متکبر کی نوبت کفر تک پہنچتی ہے (بیضاوی و جمل) (کنز التفاسیر صدر الافاضل برحاشیہ کنز الایمان) **أَنبِئْهُم** ضمیر جمع مذکر ملائکہ کی جانب ہے **بِأَسْمَائِهِمْ** ضمیر جمع مذکر غائب اشیاء و کائنات یا مسمیات کی جانب ہے۔ **أَنبَأَهُم** ضمیر ملائکہ کی جانب ہے **بِأَسْمَائِهِمْ** ضمیر اشیاء و کائنات یا مسمیات کی جانب ہے **غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** غیب سے مراد وہ چیزیں ہیں جو مخلوق کی نظر سے پوشیدہ ہیں ورنہ حق تعالیٰ کے لئے غیب و شہود دونوں یکساں ہی حکم رکھتے ہیں **اسْجُدُوا** سجدہ سے مراد سجدہ اصطلاحی فقہی یا سجدہ نماز نہیں ہے مطلق سجدہ مراد ہے سجود اور سجدہ کے لفظی معنی محض تذلل و تواضع کے ہیں **لِآدَمَ** یعنی خلیفۃ اللہ کے آگے نہ کہ مسجود حقیقی کی طرف رخ کرکے۔ نہ یہ کہ اس کو لے یہاں الیٰ کا مرادف ہے یعنی سمت اور طرف کے معنی میں ہے **إِبْلِيسَ** لفظی معنی ہیں مایوس زدہ کے۔ یہاں علوم [illegible] مشتعل ہوتا ہے **أَبَىٰ** انکار کیا حکم کی تعمیل سے **وَاسْتَكْبَرَ** اس نے صراحت کر دیا کہ تمہارا ارشاد سے انکار کسی اشتباہ یا غلط فہمی کی بنا پر نہیں محض عناد و تمرد کی بنا پر تھا۔ **كَانَ** کے معنی یہاں "تھا" کے نہیں "ہو گیا" کے لئے آتے ہیں۔ (راغب، لسان، قرطبی، المنار، ابن جریر، معالم)

روح المعانی وغیرہ بحوالہ تفسیر ماجدی" ملخصاً) (ازہر ابن یوسف)

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝

اور ہم نے فرمایا اے آدم! رہو تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں اور دونوں کھاؤ اس سے جتنا چاہو اور مت نزدیک جانا اس درخت کے ورنہ ہو جاؤ گے ناحق ظلم کرنے والوں سے۔ پھر پھسلا دیا انہیں شیطان نے اس درخت کے وجہ سے اور نکلوا دیا ان دونوں کو وہاں سے جہاں وہ تھے اور ہم نے فرمایا اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے اور (اب) تمہارا زمین میں ٹھکانا ہے اور وقت مقررہ تک سامان فائدہ اٹھانا ہے (۲/۳۵-۳۶)

حضرت آدم علیہ السلام کی برتری اور شرف کا بیان ہو رہا ہے کہ فرشتوں سے سجدہ کروا کر انہیں جنت میں رکھا اور ہر چیز کی اجازت دے دی۔ * ان سے فرمایا کہ تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔ * اس عبارت قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں آنے سے پہلے حضرت حوا پیدا کی گئی تھیں۔ * حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی بائیں پسلی سے حضرت حواؑ کو پیدا کیا اور ان کے دل میں ان کی محبت پیدا کی پھر سو رہے تھے حوا کو آدم کے نکاح میں دیا اور جنت میں رہائش کا حکم عطا ہوا۔ * دونوں کو ایک خاص درخت سے روکا گیا تھا امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ وہ درخت تھا جس سے اللہ نے روک دیا (اس درخت کی) نہ قرآن سے تعین ہوئی ہے اور نہ کسی صحیح حدیث سے۔ * اسی درخت کے سبب شیطان نے انہیں بہکا دیا۔ * اسی وجہ سے ان کے جنتی لباس وہ پاکیزہ مکان وہ نفیس روزی وغیرہ سب چھن گئی اور دنیا میں اتار دیے گئے اور کہہ دیا گیا کہ اب زمین ہی میں تمہارا رہنا سہنا روزی وغیرہ ہے قیامت تک یہیں رہو گے اور یہاں کا فائدہ حاصل کرتے رہو گے۔ * حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم عصر کے بعد سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک ہی جنت میں رہے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک ساعت خود دنیا کے سو تیس سال کی تھی۔ ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ جنت کی ایک شاخ تھی اور جنت کے درخت کا ایک تاج سر پر تھا۔ سدی کا قول ہے کہ حضرت آدم ہند میں اترے آپ کے ساتھ حجر اسود تھا اور جنتی درخت کے پتے تھے جنہیں آپ نے ہند میں پھیلا دیے اور اسی سے خوشبودار درخت پیدا ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا حضرت آدم کو ہند کے ایک مقام پر اترنے کی بات فرمائی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ مکہ اور طائف کے درمیان اترے تھے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم ہند میں اور حضرت حوا جدہ میں اتریں۔ * ایک حدیث میں ہے کہ تمام دنوں میں بہتر دن جمعہ ہے کہ اسی دن حضرت آدم پیدا کیے گئے، اسی میں جنت میں داخل کیے اور اسی دن نکالے گئے۔ ملاحظہ ہو صحیح مسلم و نسائی (بحوالہ ابن کثیر) **جنة** لفظی معنی ہیں اس باغ کے جس میں گھنے درخت زمین کو چھپا لیں۔

الجنة سے اصطلاح شرعی میں مراد وہ عظیم الشان باغ ہے جو بے شمار نعمتوں سے بھرا ہوا ہے عالم آخرت میں نیکوں کے لئے مخصوص ہے اور آنکھوں سے مستور ہے اس کا نام جنت یا تو اس لئے پڑا کہ وہ دنیا کی نگاہوں سے مخفی ہے یا [illegible] بہت بہت دور کی سمجھی گئی یا اس لئے کہ اس کی نعمتیں ابھی مخفی ہیں

اَنْتَ مخاطب اصلی حضرت آدمؑ تھے وَزَوْجُكَ مراد حضرت حوا ہیں جو اس وقت پیدا ہو چکی تھیں حَيْثُ شِئْتُمَا
اس سے جنت کی وسعت عظیم کی طرف بھی اشارہ ہو گیا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ حضرت آدمؑ کو جنت کے درختوں میں سے
معلوم و معروف ہو گا لیکن قرآن حکیم اس کا تعین و تصریح سے خاموش ہے۔ حدیث صحیح میں بھی کچھ وارد نہیں ہوا البتہ
اقوال کثیر ملتے ہیں جن کا مجموعی قول یہی ہے کہ وہ محض مجازی معنی میں تھا شجر علم یا شجر معرفت۔ اس سلسلہ میں
گیہوں، خرما، کافور، انجیر، حنظل وغیرہ سے لے کر شجر محبت، شجر علم وغیرہ معنوی درختوں تک بہت نام آ گئے ہیں
لیکن محققین امام ابن جریر، امام رازی، علامہ ابن کثیر وغیرہم کا مسلک اس باب میں خاموشی کا ہے الشَّيْطٰنُ وہ جو خیر و
برکت اور رحمت الٰہی سے دور ہو گیا۔ اَزَلَّ زلۃ سے ہے یعنی جگہ سے ہٹا دیا، پھسلا دیا۔ بغاوت، سرکشی
یا ارادی نافرمانی کا کوئی مفہوم اس میں شامل نہیں عَنْهَا میں ضمیر ھا شجرۃ کی جانب ہے اور عن
تعلیلیہ ہے معنی "اس کے سبب سے"۔ ضمیر ھا سے اشارہ جنت کی طرف بھی سمجھا گیا ہے
اس قول پر مراد یہ ہوئی کہ شیطان انہیں جنت سے دور لے گیا۔ مِمَّا كَانَا فِيْهِ اس حالت سے جس
میں وہ تھے" یا "اس مقام سے جس میں وہ تھے۔ دونوں قول منقول ہیں۔ اهْبِطُوْا یہ جنت زمین
کے کسی حصہ میں نہیں آسمان پر تھی۔ خطاب اس کا بجائے صیغہ تثنیہ (تم دونوں) کے صیغہ جمع (تم سب)
میں ہو رہا ہے گویا مخاطب اب تنہا آدم و حوا ہی نہیں بلکہ ان کی ساری نسل ہے فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ
آیت کا یہ جز خود اس امر پر دلیل ہے کہ آدم علیہ السلام زمین پر اسی لیے بھیجے جا رہے ہیں۔ مَتَاعٌ
اِلٰى حِيْنٍ یعنی قیام زمین پر دائمی نہ ہو گا صرف ایک مدت موعود تک رہنا ہو گا۔ متاع ہی خود
میں مفہوم ایک محدود الوقت نفع کا ہے (مفردات غریب القرآن، روح المعانی، معالم التنزیل، کشاف،
کبیر، بحر المحیط، معانی القرآن، مدارک وغیرہ بحوالہ تفسیر ماجدی ملخصاً)

(وہ درخت جس سے حضرت آدمؑ اور حضرت حوا روکے گئے تھے) گندم بعض کہتے ہیں انجیر بعض کہتے ہیں
کہ انگور کا تھا بعض کہتے ہیں کوئی اور قسم کا تھا کہ جس کی یہ تاثیر تھی کہ جو اس کو کھا لیتا تو آدمی جسمانی میں
مشغول ہو جاتا تھا اور اسی مصلحت سے منع کیا گیا تھا۔ (حقانی) ظالم کے معنی ہیں کسی شے کو بے محل وضع کرنا
یہ ممنوع ہے۔ اور انبیاء معصوم ہیں ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا یہاں ظالم خلاف اولیٰ کے معنی میں ہے۔ مسئلہ
انبیاء علیہم السلام کو ظالم کہنا اہانت و کفر ہے جو کہے وہ کافر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ ہے جو چاہے
فرمائے اس میں ان کی عزت ہے۔ دوسرے کی کیا مجال کہ خلاف ادب کلمہ زبان پر لائے اور خطاب حضرت حق
کو اپنی جرات کے لیے سند بنائے ہمیں تعظیم و توقیر اور ادب و طاعت کا حکم فرمایا ہم پر یہی لازم ہے۔ (
تفسیر صدر الافاضل برحاشیہ کنز الایمان) انبیاء علیہم السلام گناہ سے معصوم ہوتے ہیں ان کی عصمت تمام گناہوں سے
عقلاً اور نقلاً ثابت ہے ائمہ اربعہ اور جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام چھوٹے بڑے گناہوں
سے معصوم و محفوظ ہوتے ہیں (قرطبی بحوالہ معارف القرآن) مرتبہ ابن سیف

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ قُلْنَا اھْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ ھُدًى فَمَنْ تَبِعَ ھُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا بے شک وہ معاف کرنے والا (اور) صاحب رحم ہے۔ ہم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (۲/۳۷-۳۸)

—— جو کلمات حضرت آدم علیہ السلام نے سیکھے تھے ان کا بیان خود قرآن میں موجود ہے قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ دونوں عرض کرنے لگے کہ پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے (۷/۲۳) اکثر مفسرین کا یہی قول ہے* اس کے علاوہ اور بہت سی روایات بھی ہیں* حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا خدایا کیا تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا [illegible]

—— [illegible]

[illegible] **مِنْ رَّبِّهٖ** [illegible]

فَتَابَ عَلَيْهِ [illegible]

[illegible] **اِنَّهٗ** [illegible] **ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ** [illegible] **جَمِيْعًا** مراد ذریت آدم ہے **مِنْهَا** [illegible] **ھُدَاىَ** [illegible] **لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ** [illegible] **وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ** [illegible] **مَنْ** موصولہ کا استعمال واحد جمع دونوں کے لئے آتا ہے (راغب، ابن جریر، کشاف، روح المعانی، بیضاوی وغیرہ بحوالہ تفسیر ماجدی ملخصاً)

—— پس اگر آدم کے بیٹو! تمہارے پاس میری طرف سے [illegible] پیغمبر آئیں [illegible] تو جو ان پر ایمان لائے گا اور میری [illegible] ان پر کچھ ڈر نہیں اور وہ بلا رنج و غم جنت میں رہیں گے (حاصل)

— اللہ تعالیٰ نے آدم کا ذکر کرنا بیان فرمایا ہے حوا کا تذکرہ کرنا ذکر نہ کیا۔ (یہ) اس لئے کہ عورت احکام میں تابع ہے مرد کے اور اسی لئے قرآن میں اکثر مرد مخاطب ہیں * عورتیں کسی آئندہ چیز کے ذکر کرتے ہیں جن کی الٰہیہ چیز کا قائم بنا کر ان کو کہتے ہیں۔ (حقانی)

— حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر آنے کے بعد تین سو برس تک حیا سے آسمان کی طرف سر نہ اٹھایا اگرچہ حضرت داؤد علیہ السلام کثیر البکاء تھے آپ کے آنسو تمام زمین والوں کے آنسوؤں سے زیادہ ہیں مگر حضرت آدمؑ اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو حضرت داؤدؑ اور تمام اہل زمین کے آنسوؤں کے مجموعہ سے بڑھ گئے۔ (خازن بحوالہ حاشیہ کنز الایمان)

— **تخلیقِ آدم** عربی زبان میں "ف" جو اگر ... معنی میں آتا ہے جس کے علاوہ تاخیر بعد میں ہونا کہا جاتا ہے یعنی پہلے آدم علیہ السلام سے وہ خطا ہوئی اور عرصہ دراز کے بعد کلمات کی تعلیم ہوئی ظاہر تو یہی ہے کہ آدمؑ کو زمین پر تشریف لائے اور بہت عرصہ تک معافی کی تمنا میں روتے رہے اور بہت گریہ وزاری کرنے کے بعد ہی توبہ کی قبولیت کا واقعہ ہوا۔" (بحوالہ تفسیر نعیمی)

— اور یہاں زمین پر اتارنے کا ذکر بالخصوص مقصود خلافت الٰہیہ کی تکمیل کے لئے اعزاز کے ساتھ ہے۔ اسی لئے اس کے ساتھ ہدایت بھیجنے کا ذکر ہے جو خلافت الٰہیہ کے فرائض منصبی میں سے ہے * جیسا کہ وہی حکمت ہے جس کا ذکر تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت ہی فرشتوں سے کیا جا چکا تھا کہ زمین کے لئے ان کو خلیفہ بنانا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن)

— جب آدم علیہ السلام فرط ندامت سے روئے تو رحمت حق مائل بہ کرم ہوئی اور انہیں کلمات عطا فرمائے گئے وہ کون سے کلمات تھے اس کے متعلق حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہ کی تفسیر فتح العزیز کی عبارت نقل ہے۔ "اور طبرانی نے معجم صغیر میں اور حاکم اور ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت امیر المومنین عمرؓ بن خطاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت آدمؑ سے خطا سرزد ہوئی اور ان پر عتاب الٰہی نازل ہوا تو قبول توبہ میں حیران تھے کہ اچانک ان کو یاد آیا کہ مجھ کو جس وقت خدائے تعالیٰ نے پیدا کیا تھا اور روح خاص میرے اندر پھونکی تھی اس وقت میں نے اپنے سر کو عرش کی طرف اٹھایا تھا وہاں پر لکھا دیکھا **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ قدر کسی شخص کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کی قدر نہیں کہ نام اس کا اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے تو بہتر ہے کہ حق اسی شخص کے وسیلہ سے مغفرت طلب کروں۔ پس دعا میں کہا **اسئلک بحق محمد ان تغفرلی** (اے مولا! میں تجھ سے محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقہ سے التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے) حق تعالیٰ نے ان کی بخشش کی اور وحی بھیجی کہ محمدؐ کو کہاں سے جانا تو نے۔ انہوں نے تمام ماجرا عرض کیا۔"

(ص ۱۱۶ ج ۱ تفسیر عزیزی ترجمہ اردو۔ مطبوعہ علمی مجلس دہلی۔ ۱۹۳۲ء بحوالہ ضیاء القرآن)

— جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم ملا تو ساتھ ہی خوشخبری سنائی کہ میرے اور آپ کے مابین رابطہ الہام اور وحی کے ذریعہ قائم رہے گا اور تیری اولاد سے ہدایت منقطع نہیں ہوگی۔ انبیاء علیہم السلام اور کتابیں تعلیم کرنے کی رہبری کرتا رہوں گا۔ (روح البیان ترجمہ اردو) مرتب ابن سیف "سی ام جی"

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ اور جنہوں نے کفر کیا (اس کو نہیں مانا) اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو (تو) وہ دوزخی ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (۲/۳۹)

اس آیت شریفہ میں انکار اور تکذیب کرنے والوں کا دائمی طور پر جہنمی ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ یہ آیت مبارک پہلے کی آیات حلیہ سے متعلق ہے * سورہ طٰہٰ میں یہی بیان فرمایا گیا ہے کہ میری ہدایت کی پیروی کرنے والے نہ گمراہ ہوں گے نہ بدبخت و بے نصیب۔ اور میری یاد سے منہ موڑنے والے دنیا کی تنگی اور آخرت کی رسوائی کے عذاب میں گرفتار ہوں گے یہاں بھی فرمایا کہ انکار اور تکذیب کرنے والے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ابن جریر کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو اصلی جہنمی ہیں یعنی تو جہنم میں نہ موت آئے نہ کار آمد اچھی زندگی ملے ہاں جن موحد متبع سنت لوگوں کو ان کی بعض خطاؤں پر جہنم میں ڈال دیا جائے گا یہ جل کر کوئلہ ہو کر مر جائیں گے اور پھر شفاعت سے نکال لئے جائیں گے۔ (ابن کثیر)

مسئلہ: دوزخ کا عذاب دائمی ہے اور کفار اس میں ہمیشہ رہیں گے اور کافر کے بغیر (سوا) اور کوئی اس میں ہمیشہ نہیں ٹھہرے گا۔ (بیان) ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے ان کی ہدایت سے کفر کیا اور ان کا ٹھکانا جہنم کو بنایا وہ یہ ہیں والذین کفروا یعنی جنہوں نے تعقلات نفسانیہ سے محبت کے بیج کو چھپایا اور حجابات نفسانیہ کی وجہ سے آیات بینات کی تکذیب کرکے استعداد فطری کو ضائع کر دیا۔ وکذبوا بآیاتنا یعنی انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور کتابوں کی تکذیب اور انبیاء علیہم السلام وحی الہام اور اس ارشاد کی تکذیب کی اولئک اصحب النار ھم فیھا یعنی نار جہنم اور نار ہجر میں خالدون ہمیشہ رہیں گے۔ (روح البیان)

اور جو میری ہدایت کو نہ مانے گا اور کفر کرے گا اور ہماری کتاب کی آیات کو یا ہماری نشانیوں کو جھٹلاوے گا یا غور و تامل نہ کرے گا اور ان باتوں کا دل میں یقین نہ لاوے گا بلکہ جانوروں کی طرح کھانے پینے اور دنیا کے مزے اڑانے ہی کو مقصود اصلی سمجھے گا تو وہ ہمیشہ آتش جہنم میں جلے گا۔ (حقانی)

اور جنہوں نے کفر کیا اور میری کتابوں کو جھٹلایا وہی ہیں دوزخی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے نہ مریں گے نہ نکالے جائیں گے (جلالین)

وحی الٰہی کی ہدایت اور انسان کی سعادت و شقاوت کا قانون (ترجمان القرآن)

کفر کے معنی ہیں انکار یہاں دین کا انکار مراد ہے * جہنمی بن جانے کے لئے صرف دل کا انکار کافی ہے خواہ زبانی انکار ہو یا نہ ہو * وکذبوا سے مراد اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانا خواہ زبان سے، قلم سے، اعمال سے یا کسی اور علامت سے * (مشقہ حشر کا نام اعمال میں مشغول رہنا، کافرانہ نشانیوں کو اپنانا، لکھنا وغیرہ ہی یہ علامت ہے کہ وہ اسلامی احکام کو جھٹلا رہا ہے) * اس آیت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کفر و تکذیب ان دونوں کے کرنے ہی سے جہنمی ہو بلکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی (ایک) کام کرے یقیناً جہنمی ہو جائے گا * بآیاتنا سے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مراد ہیں جو بھی اللہ کی نشانیاں جھٹلاوے یعنی آسمانی کتاب کا انکار کرے یا کسی پیغمبر کا یا قیامت، دوزخ، جنت یا کسی بھی اسلامی حکم قطعی کا

(تو) وہ سب جہنمی ہیں نیز اس کا مطلب یہ نہیں کہ کم از کم تین آیتوں کا انکار کرے وہ دوزخی ہو اگر ایک آیت کا انکار کر دیا تو جہنمی ہو گیا کیونکہ ایک آیت کا انکار کل کا انکار ہے۔ یا درخت کا ایک حصہ توڑنا تمام کا توڑنا ہے جیسا حال کا ایک عقیدہ کھو جانے سے تمام عقیدے کھو جاتے ہیں (بحوالہ تفسیر نعیمی)

وَالَّذِينَ كَفَرُوا سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کی پیروی نہیں کریں گے ان کا ٹھکانا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہوگا۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس ہدایت کو ہدایت سمجھنے اور اس کی پیروی کرنے سے انکار کریں۔ یعنی کفار۔ اور مومنین جو ہدایت کو ہدایت ماننے کا اقرار کرتے ہیں وہ عملاً کیسے ہی گنہگار ہوں اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد بالآخر جہنم سے نکال لئے جائیں گے۔ واللہ اعلم (معارف القرآن)

"گویا جو لوگ ضابطہ شریعت سے انکار اور قانون الٰہی کی تکذیب میں لگے ہوئے ہیں' انہوں نے اپنا مستقل تعلق دوزخ اور آتش دوزخ سے پیدا کر لیا ہے۔ آخرت میں یہی تعلق جو مخفی (چھپا ہوا) اور غیر مرئی (نظر نہ آنے والا) ہے مجسم و متشکل ہو جائے گا۔ عذاب آخرت سے ڈرانا قرآن مجید کے ساتھ مخصوص نہیں تو جتنا زور اس پر قرآن مجید نے دیا ہے" اس کی نظیر دیگر کسی جگہ نہیں ملتی۔ جہنم کے عذاب آتشیں بلکہ اس کے دوام و خلود کے ذکر سے بائبل کے صفحات بھی خالی ہیں۔ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا اہل جنت کے ذکر میں ذات حق کے لئے ضمیر متکلم صیغہ واحد کی اوپر گزر چکی ہے (فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ ۲/۳۸) اہل جہنم کے سلسلے میں وہی ضمیر متکلم صیغہ جمع میں ہو گئی ہے "بآیتنا" اہل لطائف نے نکالا ہے کہ وہ موقع اظہار خصوصیت و شفقت کا تھا۔ اس لئے "میری" ہی مناسب تھی۔ اب محل حاکمانہ عظمت و اقتدار کا ہے اس لئے یہاں "ہماری" ہی موزوں ہے۔ أَصْحَابُ النَّارِ یعنی دوزخ والے۔ وہ لوگ جو دوزخ کے ہو چکے۔ گویا وہ دوزخ ہی کے آبادی ہیں۔ "خلود" کے اصلی معنی ہیں کسی چیز کا ایک حال پر قائم رہنا اور اس کے اندر کوئی تغیر و کوئی خرابی نہ پیدا ہونا۔ اس سے ثانوی مفہوم دوام و ہمیشگی کا پیدا ہو گیا۔

(روح المعانی، مفردات غریب القرآن، تاج العروس بحوالہ تفسیر ماجدی ملخصاً) ص م ح ش

يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتِىَ ٱلَّتِىٓ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا۟ بِعَهْدِىٓ أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّٰىَ
فَٱرْهَبُونِ ۝ وَءَامِنُوا۟ بِمَآ أَنزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوٓا۟ أَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهِۦ ۖ وَلَا
تَشْتَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِى ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّٰىَ فَٱتَّقُونِ ۝ اے آل یعقوب! میرے وہ احسان یاد
کرو جو میں نے تم پر کئے تھے اور اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا۔ میں اس اقرار کو پورا کروں گا جو
میں نے تم سے کیا تھا اور مجھی سے ڈرتے رہو۔ اور جو کتاب میں نے (اپنے رسول محمدؐ پر) نازل کی ہے جو تمہاری
کتاب (تورات) کو سچا کہتی ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کے منکر اول نہ ہو اور میری آیتوں میں (تحریف کرکے)
ان کے بدلے تھوڑی سی قیمت (یعنی دنیاوی منفعت) نہ حاصل کرو اور مجھی سے خوف رکھو۔ (۲/۴۰۔۴۱)

ان آیتوں میں بنی اسرائیل کو اسلام قبول کرنے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرنے کا حکم ہو رہا ہے اور کس لطف سے انہیں
سمجھایا جا رہا ہے کہ تم ایک پیغمبر کی اولاد میں ہو اور تمہارے ہاتھوں میں کتاب اللہ موجود ہے اور قرآن اس کی تصدیق کر رہا ہے تو تمہیں
نہ چاہیے کہ اول انکار تمہی سے شروع ہو۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام تھا * حقیقت اور احادیث دونوں کو تسلیم کرکے
اسلام حق اور نبوت محمد صلعم کی دعوت دی گئی ہے * چونکہ تورات اور انجیل میں بھی آپ کا ذکر تھا تو آپ کا تشریف لانا تورات کی سچائی کی
دلیل تھی اس لئے کہا گیا کہ وہ تمہارے ہاتھوں کی چیزوں کی تصدیق کرتی ہے۔ باوجودیکہ تمہیں علم ہے پھر تم ہی اس کے پہلے منکر نہ ہو۔ (ابن کثیر)
— یعقوب کی اولاد یاد کرو میری ان نعمتوں کو جو میں نے تم پر کی ہیں فرعون سے بچایا دریا میں راستہ نکالا ابر کا سایہ کیا اور من و سلویٰ
ان سب نعمتوں کا شکر کرو اس طرح کہ میری عبادت کرو اور جو میں نے تم سے وعدہ لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اس کو پورا کرو میں
اس وعدہ کو پورا کروں جو تم سے کیا داخل کرنے جنت کا اور مجھ سے ڈرو وعدہ کے توڑنے میں۔ اور قرآن جو میں نے اتارا اس پر ایمان
لاؤ جو تمہاری تورات کے موافق ہے بیان توحید و رسالت میں اور اس کی تصدیق کرتا ہے اور سب سے اول کتاب سے پہلے کافر نہ ہو کہ
پچھلے تمہاری پیروی کریں گے ان کا گناہ بھی تمہاری گردن پر رہے گا اور صفت محمد صلعم کو جو تمہاری کتاب میں مذکور ہے اس کو
دنیا کی تھوڑی سی غرض سے نہ بدلو۔ (حاشیہ اردو) — اسرائیل کا معنی ہے عبداللہ، کیونکہ اسرا کے معنی عبرانی میں
بندہ اور ایل معنی اللہ * یہ خطاب ان یہودیوں کو ہے جو نبی اکرم صلعم کے زمانہ اقدس میں موجود تھے اور مدینہ طیبہ کے ارد گرد
بنو قریظہ اور بنو نضیر وغیرہ تھے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھے * شکر نعمت دل سے بھی کرو اور زبان سے بھی *
انہوں (یہود) نے نعمتوں کو اس قدر بھلا دیا کہ گویا ان کے دل پر اس کا خیال بھی نہیں گزرتا تھا * اس عہد کو پورا کرو جو تم نے روز
میثاق قبول کیا تھا * میں تمہاری جزا کو مکمل کروں گا بہتر ثواب دے کر * ایفائے عہد میں سب سے زیادہ اہم ہے یعنی ایمان
لاؤ اس قرآن پر جسے میں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا * قرآن کی یہ شان ہے کہ وہ تمہاری تورات کی بھی
تصدیق کرتا ہے * ثمن قلیل سے دنیوی اغراض مراد ہیں۔ (ضیاء القرآن)

— خدا تعالیٰ بنی اسرائیل کو مخصوص نعمتیں یاد دلا کر اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ میں تمہارا قدیم منعم ہوں میں تمہاری بہتری اور
بھلائی ہمیشہ مدنظر رکھتا آیا ہوں۔ اب میں نے تمہارے دین کی اصلاح کرنے کے لئے قرآن اور نبی آخر الزماں صلعم
کو بھیجا ہے * نبی آخر الزماں صلعم اور قرآن پر ایمان لاؤ * اتباع نفس زوال کے بدلے میری آیات بینات کو نہ بیچو۔ (بحوالہ حقانی)

— مسئلہ اس آیت میں شکر نعمت و وفائے عہد کے واجب ہونے کا بیان ہے اور یہ بھی کہ مومن کو چاہیے کہ اللہ
کے سوا کسی سے نہ ڈرے * ان آیات سے تورات و انجیل کی وہ آیات مراد ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت ہے *
شانِ نزول۔ یہ آیت کعب بن اشرف اور دوسرے رؤسا و علماء یہود کے حق میں نازل ہوئی جو اپنی قوم کے جاہلوں اور کمینوں سے نذرانے
وصول کر لیتے اور ان پر سالانے مقرر کرتے تھے اور انہوں نے میووں اور نقد مالوں میں اپنے حق معین کر لئے تھے انہیں اندیشہ ہوا کہ توریت
میں جو حضور سید عالم صلعم کی نعت و صفت ہے اگر اس کو ظاہر کریں تو قوم حضور پر ایمان لے آئے گی اور ان کا کچھ پرسش نہ رہے گی یہ تمام
منافع جاتے رہیں گے اس لئے انہوں نے اپنی کتابوں میں تغییر کی اور حضور کی نعت کو بدل ڈالا جب ان سے لوگ دریافت کرتے کہ توریت میں
حضور کے کیا اوصاف مذکور ہیں تو وہ چھپا لیتے ہرگز نہ بتاتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن بحوالہ حاشیہ کنز الایمان)

— بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے اقرار لیا تھا کہ تم توراۃ پر قائم رہو گے اور جو نبی ہیں تمہیں اس کی مدد کرنا رہے گا تو ملک شام تمہارا رہے گا پھر
وہ مکر گئے اور رشوتیں لے کر مسئلہ غلط بتاتے اور رشوت لے کر اسے حق بات چھپاتے اور اپنی ریاست چاہتے پیغمبر
کی اطاعت نہ کرتے اور پیغمبر کی صفت جو توراۃ میں لکھی تھی بدل ڈالی اللہ تعالیٰ ان کو یاد دلاتا ہے اپنے احسان اور ان کی نافرمانی۔ (موضح القرآن)

— وحی الٰہی کی ہدایت کا جاری ہونا اور اس سلسلہ میں بنی اسرائیل سے خطاب کرکے [illegible] حامل وحی سمجھے جاتے تھے۔ (ترجمان القرآن)

— بنی اسرائیل خوف اور حسد کی وجہ سے اسلام قبول نہ کرتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ نبی آخر الزماں بنی ہارون میں
سے ہوں گے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت [illegible] سیاہ فاک ہو گئے * یہ کتاب اور
رسول تمہارے (اے یہود) محسن ہیں کہ انہوں نے آکر ان سب کتابوں اور نبیوں کی تصدیق کی۔ (بحوالہ تفسیر نعیمی)

— اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں قیمت لینے کی ممانعت کا مطلب وہی ہے جو آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا
ہے کہ لوگوں کی مرضی اور ان کی اغراض کی خاطر اللہ تعالیٰ کی آیات کا مطلب غلط بتا کر یا چھپا کر لوگوں سے پیسے لئے جائیں
یہ فعل باجماع امت حرام ہے * (جیسا کہ قرون اولیٰ میں) قرآن مجید کے معلمین کو اسلامی بیت المال سے گذارہ ملا
کرتا تھا (آج کل صورتحال بدل چکی ہے) * اس لئے تعلیم قرآن پر تنخواہ لینے کو بضرورت جائز قرار دیا (گیا) جیسا کہ صاحب
ہدایہ نے فرمایا ہے کہ آج کل اسی پر فتویٰ دینا چاہیے کہ تعلیم قرآن مجید پر اجرت و تنخواہ لینا جائز ہے صاحب ہدایہ
کے بعد آنے والے دوسرے فقہاء نے بعض ایسے ہی دوسرے وظائف جن پر تعلیم قرآن کی طرح دین کی بقاء موقوف ہے
مثلاً امامت و اذان و تعلیم حدیث و فقہ وغیرہ کو تعلیم قرآن کے ساتھ ملحق کرکے ان کی بھی اجازت
دی (در مختار، شامی) بحوالہ (معارف القرآن) — حق کو کسی ادنیٰ دنیوی مادی مصلحت کی بناء پر چھوڑ دینا (گویا)
آخرت کی ابدی دولت کو دنیا کے ثمن قلیل (تھوڑی سی قیمت پر) فروخت کر ڈالنا ہے۔ یہ مراد نہیں کہ مقتضاء [illegible]

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ ○ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ۔ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (اللہ کے آگے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔ (۲/۴۲-۴۳) یہودیوں کی اس خصلت مذموم کو تنبیہ ہو رہی ہے کہ وہ باوجود جاننے کے کبھی تو حق و باطل کو گڈمڈ کر دیا کرتے تھے کبھی حق کو چھپا لیا کرتے تھے کبھی باطل کو ظاہر کرتے تھے تو انہیں ان ناپاک عادتوں کو چھوڑنے کو کہا جا رہا ہے اور حق کو ظاہر کرنے اور کھول کھول کر بیان کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے کہ حق و باطل سچ جھوٹ نہ ملاؤ۔ اللہ کے بندوں کی خیر خواہی کرو۔ یہودیت و نصرانیت کی بدعات کو اسلام کی تعلیم کے ساتھ نہ ملاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو پیشین گوئیاں تم اپنی کتابوں میں پاتے ہو انہیں عوام الناس سے نہ چھپاؤ* پھر انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ حضور صلعم کے ساتھ نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ بھی دیا کرو اور امت محمدیہ کے ساتھ رکوع و سجود میں شامل رہا کرو۔ انہی میں مل جاؤ اور خود بھی آپ کی امت بن جاؤ۔ (ابن کثیر)

اور نہ ملاؤ حق الامر کو جو بیان کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی جھوٹی باتوں سے جو تم نے بنا لیں اور نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ چھپاؤ جان بوجھ کر اور نماز کو ٹھیک طرح ادا کرو اور زکوٰۃ دو اور نماز پڑھو ہمراہ نمازیوں کے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کے (جلالین اردو)

وہ حق جو منزل من اللہ ہے اس کو باطل سے خلط ملط نہ کرو۔ جو تم خود بناتے ہو یہاں تک کہ ان میں ایک دوسرے کی تمیز بھی نہ ہو سکے* حق کو باطل سے ملا چھپا کر جمع نہ کرو* تمہارا حال یہ ہے کہ تم جانتے بھی ہو کہ تم حق میں ملاوٹ کر رہے ہو اور اسے چھپا رہے ہو* حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تجھے کسی کی ہیبت حق بات کہنے سے نہ روکے خواہ وہ کیسے ہی ہوں* وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ (بیان) یہ خطاب بنی اسرائیل کو ہے کہ اسے قبول کرو اور اس کی فرضیت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کو شرائط و حدود کے ساتھ مسلمانوں کی طرح ادا کرو* مسلمانوں کی طرح زکوٰۃ ادا کرو* مسئلہ کفار ان اوامر کے مخاطب نہیں* وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ نماز باجماعت ادا کرو* جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سے ستائیس درجے زیادہ ثواب رکھتا ہے* حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جہاں بھی مسلمانوں کی جماعت کے پاس آدمی جمع ہوتا ہے وہاں ان میں سے ایک ضرور بخشا (مغفرت یافتہ) ہوا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان ہی عجیب ہے کہ اسے بخش دے اور باقیوں کو محروم وہاں سے لوٹا دے۔* مسئلہ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ جو شخص باجماعت نماز کے ترک کی ہمیشگی اختیار کرے اور بلا عذر بھی نہ ہو تو اسے سزا دی جانی چاہیے۔ (بحوالہ روح البیان)

علمائے یہود کا قدیم دستور اور جبلی عادت تھی کہ وہ کتب انبیاء میں بھی عموماً کسی عقیدہ اور غرض کی خاطر کر کے کچھ گھٹا بڑھا دیتے تھے اور حوادث میں جو کتابیں تلف ہو گئی تھیں یا ان میں کچھ نقصان ہو گیا تھا ان میں کے

نام سے اپنے طور پر تصنیف کرکے ان میں ملا دیتے تھے اور کبھی شرح کے طور پر کہ اس میں یہ کہا رہتے تھے اور الف سے کچھ اور شرح کرتے اور تحریف کرتے ہوئے اور قدیم وجود کی کتاب میں لکھتے رہتے تھے کوئی منصوص بات اور نص کی یا نہ کرتے تھے * جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے تو یہ کتب انبیاء میں آپ کی نشانیاں دیکھ کر آپ کے آنے کے منتظر رہے اور آپ کے حوالہ بیان کرتے تھے لیکن جب آپ ظاہر ہوئے اور مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کو حسد ہوا اور دنیاوی اغراض دنیوی میں آپ سے حسد کرتے تھے اور ان پڑھ لوگوں کو ڈر تھا جیسے تھے اور یہی انہوں نے کتمان شروع کر دیا اور اپنے تقویٰ اور طہارت کے مسائل میں لیپا پوتی اور توجیہات کرنے لگے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حق میں باطل اپنی طرف سے نہ ملایا کرو اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپایا کرو کیونکہ تمہاری قرابتیں ہیں اور تم اور دوں ان کو گمراہ کرتے ہو۔ (بحوالہ حقانی)

اس آیت میں نماز و زکوٰۃ کی فرضیت کا بیان ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ نمازوں کو ان کے حقوق کی رعایت اور ارکان کی حفاظت کے ساتھ ادا کرو۔ (حاشیہ کنزالایمان)

علماء یہود دو طرح لوگوں کو ایمان سے روکتے تھے بے خبروں کو تو کچی باتیں سنا دیتے تھے اور باخبر ہوشیار لوگوں کو رشوتیں دے دیتے تھے * جب بنی اسرائیل کو ایمان کا حکم دیا جا چکا تو اس کے بعد تقویٰ اور طہارت کا حکم دیا کہ نماز کو اچھی طرح قائم کرو تاکہ تمہارے دل نرم ہوں اور دوسروں کی بھلائی ہو وہ اور کفر چھوڑ دو اور زکوٰۃ اپنے مال میں کچھ مقرر حصہ یعنی فقراء اور مساکین کو دیا کرو جس سے تمہارا اعمال پاک ہو اور خوب بڑھے۔ (بحوالہ تفسیر نعیمی)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حق بات کو غلط باتوں کے ساتھ گڈ مڈ کرکے اس طرح پیش کرنا جس سے مخاطب مغالطہ میں پڑ جائے جائز نہیں۔ اسی طرح کسی خوف یا طمع کی وجہ سے حق بات کا چھپانا بھی حرام ہے * صلوٰۃ کے لفظی معنی دعا کے ہیں اصطلاح شرع میں وہ خاص عبادت ہے جس کو نماز کہا جاتا ہے * لفظ زکوٰۃ کے معنی لغت میں دو آتے ہیں پاک کرنا اور بڑھنا۔ اصطلاح شریعت میں مال کے اس حصہ کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے جو شریعت کے احکام کے مطابق کسی مال میں سے نکالا جاتا ہے اور اس کے مطابق خرچ کیا جائے (بحوالہ معارف القرآن)

لَا تَلْبِسُوا تلبیس کے اصلی معنی ہیں کسی چیز کا ڈھانپنا چھپانا۔ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز کے پابند ہو جاؤ کہ اس سے مرض حب جاہ کا علاج ہو جاتا ہے۔ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ زکوٰۃ دیتے رہو کہ اس سے مرض حب مال کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ جھکنے والوں کے ساتھ جھکو کہ تواضع باطنی کے حصول میں بڑا دخل اہل تواضع کی صحبت کو ہوتا ہے۔ وَارْكَعُوْا ۔ رکوع ایک معروف رکن کا نام ہے * آیت کے یہ سارے احکام اگلی آیت قبل کے حکم ایمان وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ کے ماتحت ہیں۔ یعنی پہلے ایمان لاؤ پھر ان احکام پر عمل کرو۔ (مفردات، مختصر القرآن، کشاف، قرطبی، بیان، بحوالہ ماجدی ملخصاً)

" مس م ح ش "

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ○ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○

(یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے تئیں فراموش کئے دیتے ہو حالانکہ تم کتاب (خدا) بھی پڑھتے ہو کیا تم سمجھتے نہیں؟ اور (رنج و تکلیف میں) صبر اور نماز سے مدد لیا کرو اور بے شک نماز گراں ہے مگر ان لوگوں پر (گراں) نہیں جو عجز کرنے والے ہیں اور جو یقین کئے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ (۴۶ تا ۴۴ / ۲)

اے اہل کتاب! باوجود اس علم کے (جو تمہیں ہے) تو کرتے اس پر کتنا برا عمل ہے کہ تم خود اسے بھول کر بے عمل ہو * تم دوسروں کو تو اپنی کتاب کے مطابق حق پر چلنے کا کہتے ہو لیکن ... تم خود اپنی ہی کتاب کے مطابق عمل نہیں کرتے ہو * دوسروں کو اس دین اسلام کو قبول کرنے کو کہتے ہو مگر ... خود عمل نہیں کرتے * حضرت ابو الدرداء فرماتے ہیں انسان پورا سمجھدار نہیں ہو سکتا جب تک کہ لوگوں کو خدا کے خلاف کرتے دیکھ کر ان کا دشمن نہ بن جائے اور اپنے نفس کا ان سے بھی زیادہ * یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اچھی چیز کا حکم دینے پر ان لوگوں کی برائی نہیں کی گئی بلکہ خود عمل نہ کرنے پر برائی بیان کی گئی ہے۔ اچھی بات کا حکم تو اچھائی ہے اور واجب ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ انسان کو خود بھی اس پر عمل کرنا چاہئے۔ (ابن کثیر) ۲ اور اپنے کاموں میں مدد چاہو نفس کی خواہش سے رکنے اور نماز ادا کرنے سے ... حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی امر پیش آتا تو نماز کی طرف متوجہ ہوتے ... حدیث ... سے دو کام ... (صبر اور نماز) کا حکم کیا گیا ہے کہ روزہ ... نماز ... اور نماز سے ... مگر ... اللہ تعالیٰ ... آسان ہے جو ... اور ... یقین رکھتے ہیں کہ ہم ... اسی کی طرف ... ہم کو ... (بلوغ المرام) ۳ مسئلہ: جو شخص امر بالمعروف کرتا ہے اسے چاہئے کہ خود اس کا پابند ہو ... اس برائی سے بچے ... (ف) ... واعظ ... لوگوں کو برائی سے روکتا ہے لیکن خود اس میں ... اور اس ... ہیں کہ ... * نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میرا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے میں نے پوچھا: اے جبرئیل (علیہ السلام) یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے * نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی امر غم میں ڈالتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے * (ف) خشوع جوارح سے ہوتا ہے اور خضوع قلب سے * خاشعین ... کی شان ... میں ایسے مستغرق ہوتے ہیں ... مشغول ... نہیں ہوتا * مسئلہ: طاعات ... نفس ... عبادت ... سے ... سعادت انبیاء و صالحین کی ہیں (ف) حضرت ... اور ... ہے کہ ... صبر ... مقصود ... دنیا و آخرت ... ہو ... اس ... جیسے ... (خواص الاصوام البیان)

[illegible] ان یہودی علماء پر صادق آتی ہے یا ان کی طرف تعریض اور اشارہ ہے کہ جو دوسروں کو نیکی کا حکم کرتے تھے اور ان کو وعظ و نصیحت کرتے تھے جب کہ خود عملاً اس پر عمل نہیں کرتے تھے * (حضرت ابن عباسؓ) [illegible] سے روایت ہے کہ علماء یہود اپنے ان رشتہ داروں سے جو مسلمان ہو گئے تھے کہتے تھے کہ اسی دین پر قائم رہو کہ یہ حق ہے اور خود اسلام میں داخل نہ ہوتے تھے " حالانکہ [illegible] ہیں کہ اوروں کو صدقہ و خیرات کا حکم دیتے تھے اور خود نہ کرتے تھے۔" بیضاوی (بحوالہ الحسنات)

[illegible] صبر اور نماز سے یعنی اس کی عبادت کرو تو سب کام دین کے آسان ہیں (موضح القرآن)

[illegible] یہ آیت ان یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی [illegible] حضور [illegible] کی [illegible] اور حضور [illegible] ہدایت [illegible] اسی پر [illegible] " [illegible] " ۔ اس [illegible] نماز [illegible] * صبر [illegible] اخلاق [illegible] انسان [illegible] * [illegible] * نماز [illegible] عبادت بدنیہ و نفسیہ کی جامع ہے [illegible] قرب الٰہی [illegible] حاصل ہوتا ہے * اس آیت [illegible] (بحوالہ تفسیر الماجدی)

انسان پر نفس کا حق [illegible] پہلے نفس کا حق ادا کرے [illegible] حقوق [illegible] اپنے نفس کا حق ادا نہیں کرتا وہ دوسروں کے حقوق کی فکر میں ہے * حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قرابت [illegible] تبلیغ [illegible] گھر والوں کو پھر دوسروں کو * بنی اسرائیل کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے [illegible] مسلمانوں [illegible] کا حکم [illegible] حق [illegible] فرمایا [illegible] قرآن [illegible] صبر اور نماز سے مدد لینا۔ (بحوالہ تفسیر نعیمی)

[illegible] علماء یہود [illegible] ہے * لیکن حکم [illegible] ہر اس شخص کے لئے ہے جو دوسروں کو تو نیکی اور صدقہ کی ترغیب دے مگر خود عمل نہ کرے * (تاہم) آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بے عمل آدمی کو وعظ کہنا جائز نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ واعظ کو بے عمل نہیں ہونا چاہیے * کوئی اچھا عمل [illegible] نیکی ہے اور [illegible] عمل کی تبلیغ دوسری مستقل نیکی ہے [illegible] نیکی [illegible] دوسری نیکی بھی چھوڑ دی جائے " روح المعانی " *

حب مال اور حب جاہ [illegible] دونوں [illegible] بیماریاں ہیں * بخل، خود غرضی، حرص، [illegible] تکبر، حقوق کی پامالی اور [illegible] خرابیاں (ان سے) جنم لیتی ہیں * ان دونوں بیماریوں کا علاج صبر و نماز ہے * صبر سے حب مال گھٹ جائے گی اور نماز سے حب جاہ کم ہو جائے گی * خشوع سے مراد قلبی سکون اور [illegible] ہے * لیکن خشوع کا لفظ [illegible] (بحوالہ معارف القرآن)

صبر اور نماز دو بڑی روحانی قوتیں ہیں جن سے اصلاح نفس [illegible] (ترجمان)

البر ۔ بر کے لغوی معنی نیکی کے ہیں [illegible] اخلاق [illegible] ایمان [illegible] رسالت محمدی کی طرف [illegible]

الصبر [illegible] **وَإِنَّهَا** ضمیر نماز کی طرف [illegible] **خاشعین** [illegible] خشوع [illegible] **لَكَبِيرَةٌ** [illegible] **يَظُنُّونَ** ظن [illegible] شک اور یقین دونوں کے معنی میں آتا ہے۔ (راغب [illegible])

[illegible]

[illegible]

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

اے اولادِ یعقوب (علیہ السلام) یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی اور نہ (کافر کے لئے) کوئی سفارش مانی جائے اور نہ کچھ لے کر (اس کی) جان چھوڑی جائے اور نہ ان کی مدد ہو (۲/۴۷-۴۸)

بنی اسرائیل (یعنی اولادِ حضرت یعقوب علیہ السلام) پر کئے گئے انعامات کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان میں سے رسول ہوئے ان پر کتابیں اتریں اور ان کے زمانے کے اور لوگوں پر انہیں مرتبہ دیا۔ ★ نعمتوں کو بیان کر کے اب عذابوں سے ڈرایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ کوئی کسی کو کچھ بھی فائدہ نہ دے سکے گا نہ کسی کا بوجھ کسی پر نہ پڑے گا ★ کسی کافر کی نہ کوئی سفارش کرے نہ اس کی سفارش قبول ہو۔ (بحوالہ ابن کثیر)

اے بنی اسرائیل یاد کرو میرے اس انعام کو جس کو میں نے تم پر کیا یعنی یہ کہ اس کا شکر کرو میری فرمانبرداری کر کے اور میں نے بڑائی دی تمہارے باپ دادوں کو ان کے زمانہ کے موجودات پر اور ڈرو اس دن سے کہ نہ کفایت کرے گا کوئی کسی کی طرف سے کچھ (وہ دن قیامت کا ہے) اور نہ قبول کی جائے گی سفارش کسی کی (کیونکہ سفارش ہوگی ہی نہیں جو قبول ہو) جیسا فرمایا اللہ تعالیٰ نے فما لنا من شافعین (سو ہمارے لئے کوئی سفارش کرنے والے نہیں) اور نہ لیا جائے گا کسی نفس سے عوض اور نہ بچائے جاویں گے عذاب الٰہی سے۔ (جلالین) —— بنی اسرائیل ذکر کرو یعنی شکر کرو میری ان نعمتوں کا جو میں نے تمہیں عطا فرمائیں مثلاً من و سلویٰ کا نازل کرنا اور بادل کو سایہ بنانا اور پتھر سے پانی نکالنا وغیرہ ★ باپ کی شرافت کا اثر بیٹے پر ہوتا ہے۔ (فرمایا) میں نے تمہیں فضیلت دی ★ سب زمانہ کے لوگوں پر ★ علم و ایمان، عمل صالح اور انبیاء اور حکام بادشاہ بنائے ★ اس میں بیان مسئلہ ہے جو کفار کیلئے ہے۔ مومن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے ★ مسئلہ کافر کے لئے کوئی شفاعت نہیں ہے، گنہگار مومن کی شفاعت ضرور ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میری امت کے اہلِ کبائر کے لئے میری شفاعت ضرور ہوگی۔ مسئلہ: جو آپ کی شفاعت کی تکذیب کرتا ہے اسے شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔ قاعدہ: جہاں بھی شفاعت کی نفی ہے وہاں کفار مراد ہیں ★ (کافر) نہ چھڑایا جائے گا فدیہ مال سے یا کوئی دوسرا نفس اس کے عوض یا قریبی جو اسے نار سے نجات دلائے ★ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان کو کوئی بچانے والا نہیں ہوگا اور نہ اس وقت ان کے لئے کوئی نافع ہوگا اور نہ شافع اور نہ دافع۔ (بحوالہ روح البیان)

اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو اور ان واقعات کو کہ جن میں ان (بنی اسرائیل) پر وقتاً فوقتاً انعام الٰہی ہوئے یکے بعد دیگرے بیان فرماتا ہے اول یہ نعمت و انعام ذکر فرماتا ہے کہ تم کو دنیا میں فوقیت دی گئی۔ نبوت اور سلطنت دونوں تمہارے خاندان میں تھیں۔ اس پر اللہ کا شکر کرو مگر اس سرکشی سے باز آجاؤ ★ اس دن (قیامت) سے بھی ڈرو کہ وہاں کوئی وجہ عذاب الٰہی کے دفع کی نہیں.... خلاصی کا طریق یا تو یہ ہے کہ دوسرا شخص اس کی جگہ

اسے [illegible] ہوا ہے ..... صوبوں میں ہے ہی نہیں ۔ اس دن کا کوئی ایسی چیز ہو کہ ہر کوئی نفسی نفسی پکار رہا ہو گا کوئی کسی کے کام نہ آ سکے گا ..... اس روز مشفق سے مشفق بھی کام نہ آئے گی ..... یا اپنا مال دے کر دنیا و عقبیٰ کو خریدنا چاہے تو وہ وقت میسر نہیں ۔ کسی چیز کو واللہ کو مال و دولت کی کچھ پرواہ نہیں اسے اس روز کسی کا پاس حق تعالیٰ کا مال نہ دولت کی ہم نہ کسی طرح کی سفارش جا سکے گا یا ہم کو رہا کر دیں اور اپنے زور سے چھڑا لیں ۔ صوبوں میں لگا نہیں غرض کہ اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنا کسی کو امکان ہے ۔ (تفسیر حقانی)

العالمین کا استغراق حقیقی نہیں مراد ہے بلکہ اس زمانہ کے تمام لوگوں کے زمانہ والوں پر فضیلت دی یا فضل جزئی مراد ہے جو دوسری امت کی فضیلت کے منافی نہیں ہو سکتا اسی سے امت محمدیہ کے حق میں ارشاد ہوا کنتم خیر امة ۔ دو مجہول لفظ ہیں مجہول معرفہ ۔ وہ روز قیامت ہے آیت میں نفس دو مرتبہ آیا ہے پہلے سے نفس مومن دوسرے سے نفس کافر مراد ہے۔ مدارک (کنزالایمان)

بنی اسرائیل سمجھتے تھے کہ ہم جیسے بھی گناہ کریں بخشے جائیں گے ۔ ہمارے باپ دادا سے پیغمبر ہیں ہم کو عذاب نہیں دے گا (ضیاء القرآن)

نعمتیں تو آل کی اللہ کی نعمت سے مراد بنی اسرائیل کو ان کی اولاد انبیاء ہونے پر احسان جتایا گیا * تمام خصلتیں اور خوبیاں انسان میں تمام ہوتی ہیں * عالم مراد ہم کا عالم اقدس ہیں ۔ ساکنین کو اس سے خود ان کی فضیلت معلوم ہوتی ہے * شفاعت انہی کا ہو گا کہ جو اپنے بزرگوں کے ذریعہ شفاعت پانے کے خواہاں ہوں گے * قریباً ساری امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ بارگاہ میں مرودِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ (مخزن التفسیر فیضی)

بنی اسرائیل کی اپنے دور و مواقع کا لحاظ کر داعی قوموں کی ہدایت و رہنمائی کے حق تھی ۔ (ترجمان القرآن)

(پہلی آیت) میں ذکر ہے جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کو ہے اور مجموعاً ایک مرتبہ ہے کہ باپ دادا پر جو انعام و احسان و اکرام کیا جاتا ہے اس سے اس کی اولاد کو خاندانی عار حاصل ہوتا ہے ..... اس میں ان کی اولاد کی آخرت میں کچھ فائدہ سمجھا جاتا ہے ۔ (دوسری) آیت میں قیامت کا دن مراد ہے ۔ مطلب اور آگے کا مطلب یہ ہو کہ مشکل کسی کے ذمہ کا ذکر حق کا مطالبہ ہو اور دوسرا کسی دے کہ میرا ادا کر دو وہ بچ کر اس کا حق سے بری کر دیا جائے اور سفارش کرے کہ کچھ مال و غیرہ دے کر چھڑا لے ۔ کسی صورت میں بھی نجات نہ ہو سکے گی (معارف القرآن)

قوم بنی اسرائیل کا اصل جرم شرک ہے تو اللہ کا اعلان یہ ہے کہ "مسئلہ توحید" کا حق * قوم بنی اسرائیل یہ اعتقاد ہو سکتی ہے وہ جا ملا کو قطعی علیحدہ حیثیت ہیں * **لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ** اس سے مقصود اس اسرائیلی عقیدہ کی تردید ہے یعنی "ابیۃ صالح" کے اسلاف کی اور ہمت سے ترقی دے اخلاف کے اعمال صالحہ کا بغیر اللہ بخشش دے جائیں گے "نحن ابناء اللہ واحباؤہ"

وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ (جب کہ اس حالت کفر یا عدم ایمان میں ہو) یہاں بھی تردید ہے اس اسرائیلی عقیدہ کی در عمل اس عقیدہ کے جیسے بھی ہوں ہمارے اسلاف و کرام شفاعت کر کے ضرور چھڑا لیں گے ۔ **وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ**

اس میں اصل فرضیت یہ ہے ان اسرائیلی عقیدہ کا کفارہ ہے ۔ یہودیوں کا یہ بھی خیال تھا کہ اہمیت کو نظر سے دیکھ دکھا کر فدیہ دے کر نجات ہو سکتی ہے اس عقیدہ کی تردید ہے کہ شرک کا حل ہوتی تھی ۔ **وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ** اعلان ہے کہ ہم و دوران کسی طرف سے مدد و نصرت نہ پہنچے گی ۔ (تفسیر ماجدی ملخصاً)

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ اور (ہمارے ان احسانات کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو قوم فرعون سے مخلصی بخشی وہ (لوگ) تم کو بڑا دکھ دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی (سخت) آزمائش تھی اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا تو تم کو نجات دی اور قوم فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ ہی تو رہے تھے۔ (۲/۴۹-۵۰) ان آیات میں اللہ تعالیٰ قوم اسرائیل سے فرماتا ہے میری اس مہربانی کو بھی یاد کرو میں نے تمہیں فرعونیوں کے مظالم سے چھٹکارا دیا۔ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ نکلی جو مصر کے ہر قبطی کے گھر میں گھس گئی اور بنی اسرائیل کے مکانات میں وہ نہیں گئی جس کی تعبیر یہ تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں اس کا غرور ٹوٹے گا اور اس کے خدائی دعوے کی بہترین سزا اسے ملے گی اس لئے اس ملعون نے چو طرف احکام جاری کر دیئے کہ بنی اسرائیل میں جو بچہ ہو سرکاری طور پر اس کی دیکھ بھال رہے اگر لڑکا ہو تو فوراً مار ڈالا جائے اور اگر لڑکی ہو تو چھوڑ دی جائے اور بنی اسرائیل سے سخت بیگاری لی جائے اور مشقت کے کاموں کا بوجھ ان پر ڈال دیا جائے یہاں پر عذاب کی تفسیر لڑکوں کے مار ڈالنے سے کی گئی۔ (ابن کثیر)

چکھاتے تھے تم کو سخت تر عذاب (اور یہ جملہ ضمیر نجینکم سے حال واقع ہوا ہے) ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو جو پیدا ہوتے تھے (یہ ماقبل کا بیان ہے) اور زندہ باقی رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو (کیونکہ فرعون کو بعض نجومیوں نے خبر دی تھی کہ ایک لڑکا بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا ہے جو باعث زوال ملک کا ہوگا) اور اس عذاب یا نجات دینے میں بڑی آزمائش اور انعام تھا تمہارے رب کا اور یاد کرو جب کہ ہم نے تمہارے سبب سے دریا کو چیر دیا تاکہ تم دشمن سے بچ کر اس میں داخل ہو جاؤ سو ہم نے تم کو ڈوبنے سے بچا دیا اور ڈبو دیا قوم فرعون کو مع فرعون کے اور تم دیکھتے تھے دریا کے مل جانے کو ان پر۔ (جلالین)

بیٹے کے قتل کو نجات دینا پچھلے لوگوں کو نجات دینا ہے * بنی اسرائیل فرعون کی مختلف خدمات پر متعین تھے * فرعون کے حکم پر زندہ دفن ہونے لگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا ارادہ ہوا ۷۰ ہزار زندہ ۹۰ ہزار اور لڑکے ہزار ہا موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے * نرینہ اولاد کے قتل ہو جانے کے بعد لڑکیوں کے گھرانے میں آ جانے کے سبب مصیبت عظیم تھی * البحر دریائے قلزم مراد ہے * آل فرعون فرعون اور اس کی قوم مراد ہے * ف امام قرطبی فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نجات دی اور فرعونیوں کو غرق کیا تو بنی اسرائیل کہنے لگے: اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے قلوب مطمئن نہیں کہ فرعون غرق ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ فرعون کو باہر پھینک دو۔ (روح البیان)

لڑکے قتل کئے جاتے اور لڑکیاں باقی چھوڑ دی جاتی تھیں اس میں بنی اسرائیل پر بڑی سخت مصیبت تھی اول نسل اور قوم کا ختم ہونا (یعنی) [illegible] زندہ اولاد کا قتل دیکھنا ان سے [illegible] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے سبب نجات دی * حکم ہوا کہ اپنے عصا کو دریا پر مارو۔ اسی کی وجہ سے یہ معجزہ ظہور میں آیا کہ دریا پھٹ گیا اور جس طرح پہاڑ میں گھاٹیاں ہوتی ہیں اسی طرح پانی کے رستے ہو گئے اللہ تعالیٰ نے گھاٹیاں کر دیں جن میں سے بنی اسرائیل کل مع اپنے عیال و اطفال اور اسباب کے نکل گئے۔ (بحوالہ حقانی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان ہے اس کی عمر چار سو برس سے زیادہ ہوئی آل فرعون سے اس کے متبعین مراد ہیں (جمل) * بلا امتحان و آزمائش کو کہتے ہیں آزمائش نعمت سے بھی ہوتی ہے اور شدت و محنت سے بھی۔ نعمت سے بندہ کی شکر گزاری اور محنت سے اس کے صبر کا حال معلوم ہوتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر صدر الافاضل برحاشیہ کنز الایمان)

بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کی نجات اور فرعون کے غرق کی یادگار قائم کئے ہوئے تھے کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے خیرات کرتے قریش بھی مناتے تھے شروع اسلام میں مسلمان بھی یہ روزہ رکھتے تھے مگر قرآن نے ان کی اس یادگار منانا کا عدم قرار دیا فرمایا یاد کرو معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب ہو کر کوئی عبادت یا یادگار منانا منع نہیں (نعیمی)

مصیبت میں صبر کا امتحان ہوتا ہے اور نعمت میں شکر کا امتحان ہوتا ہے * (بحوالہ معارف)

معرکۂ موسیٰ کی غلامی سے نجات ایک کتاب فرقان کا عطیہ (بحوالہ ترجمان)

بعض مورخین کا خیال ہے کہ سارے اسرائیلی مصر سے دفعۃً نہیں نکلے تھے بلکہ رفتہ رفتہ اور مختلف زمانوں میں نکلتے رہے اور ان کا مصر سے بڑا اور آخری دستہ وہ تھا جو حضرت موسیٰ کی قیادت میں روانہ ہوا * واقعہ کا عہد بہترین اثری تحقیق کے مطابق ۱۴۴۷ ق م یا اس سے لگ بھگ قرار پایا ہے * (بحوالہ ماجدی)

ایسے واقعات جن کی ہم کوئی توجیہ نہیں کر سکتے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے ان کو بیان فرمایا ہے تو ہمارے لئے سلامتی اور حقیقت شناسی کا راستہ یہی ہے کہ ہم ان کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیں۔ (ضیاء القرآن)

" آئی ہرک " صفحہ تفسیر

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○
ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ اور یاد کرو جب ہم نے وعدہ فرمایا
موسیٰؑ سے چالیس رات کا پھر بنا لیا تم نے بچھڑے کو (معبود) ان کے بعد اور تم سخت ظالم تھے
پھر بھی درگزر فرمایا ہم نے تم سے اس (ظلم عظیم) کے بعد شاید کہ تم شکرگزار بن جاؤ۔ (۲/۵۱-۵۲)

یہاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے احسانات یاد دلا رہا ہے کہ جب تمہارے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن کے وعدے پر تمہارے پاس سے گئے اور پیچھے سے تم نے گئوسالہ پرستی شروع کر دی پھر ان کے آنے پر جب تم نے اس شرک سے توبہ کی تو ہم نے تمہارے اتنے بڑے کفر کو بھی بخش دیا ✶ یہ وعدہ کا زمانہ ذی قعدہ کا پورا مہینہ اور دس دن ذالحج کا تھا ✶ یہ واقعہ فرعونیوں سے نجات پانے کے بعد پیش آیا تھا۔ (ابن کثیر)

وَاِذْ وٰعَدْنَا الف کے ساتھ اور بغیر الف کے اور جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے کہ چالیس رات گزرنے کے بعد ان کو توراۃ دیں گے کہ تم اس پر عمل کرو پھر تم نے معبود بنا لیا بچھڑے کو جو تمہارے لئے سامری نے ڈھالا تھا موسیٰؑ کے جانے کے بعد ہماری موعودہ گاہ کی طرف اور تم اس کے بنانے میں ظالم تھے کہ تم نے عبادت کو بےجگہ رکھا پھر ہم نے تمہارے گناہ مٹا دیے اس بنانے کے بعد تاکہ تم شکر کرو ہمارے انعام کا جو تم پر ہوا (جلالین)

موسیٰؑ کی وجہ تسمیہ: عبرانی لغت میں مو بمعنی آب اور شی بمعنی شجر۔ شین کو عربیت میں سین سے تبدیل کیا گیا ہے اور اس نام سے اس لئے موسوم ہوئے کہ ان کی امی جان نے فرعون کے ڈر سے انہیں صندوق میں رکھ کر دریا میں پھینک دیا۔ پھر دریا کی موجوں نے انہیں فرعون کے گھر کے قریب درختوں کے مابین کھڑا کر دیا۔ آسیہ (فرعون کی گھر والی) کی نوکرانیاں نہانے کے لئے آئیں تو صندوق کو دیکھ کر گھر لے گئیں۔ بنا بریں اس مکان کی وجہ سے کہ جس میں وہ پائے گئے، اس سے موسوم ہوئے کہ وہاں پانی اور شجر تھا۔ (روح البیان)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جب موسیٰؑ نے قلزم کو عبور کیا اور کوہ طور کے پاس پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چالیس رات تم ہماری خاطر یہاں پر عبادت کرو تاکہ تم کو علوم اور احکام شریعت بخشیں ✶ جب حضرت موسیٰؑ پہاڑ پر گئے تو بنی اسرائیل سے تیس رات کا وعدہ کر گئے کیونکہ اول یہی حکم تھا پھر دس رات وہاں اور بڑھا دیں تو بنی اسرائیل میں کھلبلی مچ گئی کہ موسیٰؑ وفات پا گئے۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص سامری نامی تھا اس نے مکر کیا اور بنی اسرائیل سے کہا کہ اب تو موسیٰؑ لوٹ کر نہیں آئے اور تمہارے لئے معبود کا ہونا ضروری ہے تم مجھ کو زیور دو میں تمہارے لئے معبود بنا دوں۔ چونکہ مصر کے لوگ گائے بیل اور بچھڑے کو پوجتے تھے سو بنی اسرائیل بھی ان کی صحبت کی وجہ سے گئو پرست تھے اس لئے اس کی بنائی ہوئی بچھڑا کی شکل کو بنی اسرائیل اس کو سجدہ کرنے لگے۔ اسی اثناء میں حضرت موسیٰؑ پہاڑ سے تشریف لے آئے تو بنی اسرائیل کی یہ حالت دیکھ کر بہت ناراض ہوئے اور اپنے بھائی ہارونؑ پر خفا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ اس بچھڑے کو دریا میں ڈلوا دو اور اس کی قوم میں سے آپ کو قتل کریں جیسا کہ انہیں کیا تب حضرت موسیٰؑ نے دعا اور التجا کی تب یہ حکم معاف ہوا اور اللہ تعالیٰ نے درگزر کیا۔ (بحوالہ تفسیر حقانی)

اس کا قصہ سورہ اعراف میں اور سورہ طٰہٰ میں بیان کیا گیا ہے (موضح القرآن)

حضرت ہارون علیہ السلام نے جو آپ کے بھائی تھے اور ہمراہیوں کے تمام بنی اسرائیل نے گئوسالہ کو پوجا "خازن"

"توبہ کی کیفیت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ توبہ کی صورت یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کی پرستش نہیں کی ہے وہ پرستش کرنے والوں کو قتل کریں اور مجرم برضا و تسلیم سکون کے ساتھ قتل ہو جائیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے صبح سے شام تک ستر ہزار قتل ہو گئے تب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام بتضرع و زاری بارگاہ حق کی طرف ملتجی ہوئے وحی آئی کہ جو قتل ہو چکے شہید ہوئے باقی مغفور فرمائے گئے ان میں کے قاتل و مقتول سب جنتی ہیں۔ مسئلہ: شرک سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔ مسئلہ: مرتد کی سزا قتل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت قتل و خونریزی سے سخت تر جرم ہے (تفسیر صدر الافاضل برحاشیہ کنز الایمان)

"سامری ایک شخص تھا اس نے چاندی یا سونے کا ایک بچھڑا بنایا اس کے اندر ایک مٹی جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے اٹھائی ہوئی اس کے پاس تھی ڈال دی اس میں جان پڑ گئی جب اس سے بنی اسرائیل نے اس کی پرستش شروع کر دی"۔ (بیان القرآن)

بنی اسرائیل فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد مصر کی طرف لوٹ گئے تھے۔ "خزائن العرفان" * بنی اسرائیل میں ایک سنار تھا جس کا نام میخا یا موسیٰ بن ظفر تھا قبیلہ بنی سامرہ کا شخص تھا اس لئے اس کو سامری کہتے تھے یہ فن زرگری میں بڑا ماہر تھا اور منافقت سے ایمان لایا تھا اس کے پاس حضرت جبرئیل ؑ کے گھوڑے کے (قدم) کے نیچے کی مٹی موجود تھی جو کہ فرعونیوں کے غرق کے وقت بحر قلزم سے اٹھا لی تھی۔ (کمالین اشرف التفاسیر)

اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً چالیس رات دن مراد ہیں قمری حساب سے ہر ۲۴ گھنٹہ والا دن بجائے صبح کے شب گذشتہ سے شروع ہوتا ہے اس لئے عربی محاورہ میں بجائے چالیس دن کے چالیس رات آتا ہے * مِنْۢ بَعْدِهٖ یعنی حضرت موسیٰ ؑ کی عارضی غیر حاضری کے زمانہ میں * قرآن مجید نے اس قسم کے شرک شدید کو جابجا ظلم ہی سے تعبیر کیا ہے * شکرگزاری اور صفت پذیرائی ترجمہ ہے شکر لغت اور لازمہ انسانیت ہے۔ (تفسیر ماجدی)

وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ
يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا
أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

اور جب عطا فرمائی ہم نے موسیٰؑ کو کتاب اور حق و باطل میں تمیز کی قوت تاکہ تم سیدھی راہ پر چلنے لگو اور یاد کرو جب کہا موسیٰؑ نے اپنی قوم سے اے میری قوم! بے شک تم نے ظلم ڈھایا اپنے آپ پر بچھڑے کو (خدا) بنا کر پس چاہیے کہ توبہ کرو اپنے خالق کے حضور سو قتل کرو اپنوں کو (جنہوں نے شرک کیا) یہ بہتر ہے تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک۔ پھر حق تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ (۲/۵۳-۵۴)

کتاب سے مراد توراۃ ہے اور فرقان ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو حق و باطل ہدایت و ضلالت میں فرق کرے * بعض نے کہا ہے کتاب پر فرقان کا عطف ہے یعنی کتاب بھی دی اور معجزہ بھی دیا۔ دراصل معنی کے اعتبار سے دونوں کا مفاد ایک ہی ہے * یہاں ان کی توبہ کا طریقہ بیان ہو رہا ہے۔ انہوں نے بچھڑے کو پوجا اور اس کی محبت نے ان کے دلوں کو گھیر لیا پھر حضرت موسیٰؑ کے سمجھانے سے ہوش آیا اور نادم ہوئے اور اپنی گمراہی کا یقین کر کے توبہ و استغفار کرنے لگے تب انہیں حکم ہوا کہ تم آپس میں قتل کرو چنانچہ انہوں نے یہ کیا اور خداوند تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور قاتل و مقتول دونوں کو بخش دیا۔ (ابن کثیر)

اللہ نے تم کو اس عمل کی توفیق دی (یعنی توبہ) اور تم پر ابر سیاہ بھیجا کہ بعض تمہارا بعض کو دیکھ کر رحم نہ کرے یہاں تک کہ ستر ہزار کے قریب اس میں مارے گئے پس اللہ نے تمہاری توبہ قبول کی تحقیق وہ توبہ قبول کرنے والا رحم والا ہے (جلالین)

توراۃ جو اس بات میں جامع تھی کہ وہ کتاب بھی تھی اور حق و باطل کے فرق بتانے میں حجت بھی * مروی ہے کہ جب بنی اسرائیل اپنے دشمن سے بے خوف ہوئے اور مصر میں آئے تو ان کے پاس کوئی کتاب تھی اور نہ کوئی شریعت * اللہ تعالیٰ نے توراۃ دینے کا وعدہ فرمایا (سو توراۃ عطا فرمایا) * اپنے نفسوں کو قتل کرنا وہ سخت امر ہے جو الفی (سابقہ امتوں) پر عمل کرنا لازم تھا * جس عضو سے خطا ہو جاتی اسے کاٹنا ضروری تھا * جو گناہ ان سے رات کے وقت سرزد ہوتا تو صبح کو وقت ان کے دروازوں پر لکھ دیا جاتا * اسی طرح اور بہت سے سخت امور و مسائل و اعمال شاق تھے * یہ تمام امور حضور رحمۃ للعالمینؐ کے صدقے میں ہم سے اٹھا لئے گئے * توبہ بھی اللہ کا مقصود ہوتی ہے جو توبہ امت محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی ام سابقہ آنے کو دوم الفقیہ (بحوالہ ... البیان)

بنی اسرائیل پر انعامات الٰہی میں چوتھا انعام کتاب و فرقان کا عطا کیا جانا ہے اور پانچواں انعام گوسالہ پرستی کی توبہ میں قتل کا حکم دے کر پھر اس کو بھی معاف کر دینا ہے (بحوالہ تفسیر حقانی)

چکوتی وہ حکم جس سے معاملہ میں فیصلہ ہو جائے ... (الفرقان کا ترجمہ صاحب موضح القرآن نے "چکوتی کرنے والے احکام" کیا ہے اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے "معجزہ" کیا ہے (موضح القرآن)

یہ قتل (کا حکم) ان (بنی اسرائیل) کے لئے کفارہ تھا (تفسیر صدر الافاضل برحاشیہ کنز الایمان)

فیصلہ کن چیز (فرقان) یا تو ان احکام شرعیہ کو کہا جو توریت میں لکھے ہیں * یا معجزوں کو کہا کہ ان سے سچ جھوٹ دعوے کا فیصلہ ہوتا ہے یا خود توریت ہی کو کہہ دیا کہ اس میں کتاب ہونے کی صفت بھی ہے اور فیصلہ ہونے کی صفت بھی * توبہ کے لئے تجویز کردہ طریقہ کا بیان (جن مجرم) قتل کئے جاویں * ان لوگوں نے اس پر عمل کیا اور سب آخرت میں مورد رحمت و عنایت ہو گئے۔ (بحوالہ بیان القرآن)

کتاب و فرقان کا مطلب۔ یہاں سے بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ کے بعد بت پرستی کی طرف مائل ہو جانا اور گو سالہ پرستی شروع کر دینا (سے متعلق بیان) (ترجمان القرآن)

الکتٰب یعنی توریت۔ قرآن مجید میں مطلق "الکتٰب" کا لفظ علاوہ قرآن کے توریت کے لئے بھی آیا ہے۔ **الفرقان** فرقان اپنے لغوی معنی میں ہر وہ چیز ہے جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جا سکے۔ الفرقان۔ قرآن کا بھی ایک نام ہے۔ اس مناسبت سے کہ قرآن حق و باطل، حرام و حلال کے درمیان فارق ہے اسی مناسبت سے اس کا اطلاق علاوہ قرآن کے توریت و انجیل پر بھی ہو سکتا ہے **فتوبوا** میں فاء سببیہ ہے کہ جب انہوں نے ظلم کیا تو چاہئے کہ قوم کی توبہ آئی۔ **بارئکم** اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم "الباری" بھی ہے جو قرآن مجید میں صرف تین جگہ آیا ہے۔ **بری** کے معنی خلق کے ہیں۔ **فاقتلوا انفسکم** میں قتل سے مراد یہی ارتداد کے ہے جیسے کہ جانتے ہیں۔ **خیر** سے اشارہ دنیاوی نجات، مغفرت اور گناہ کی گندگی سے پاک و صاف ہونے سے ہے۔ **تاب علیکم** یعنی تمہاری توبہ من حیث القوم قبول کر لی اور سزا صرف انہی افراد کو ملی جو شرک کے مجرم واقعۃً اور عملاً تھے (لسان، بیضاوی، بحر، روح المعانی، قرطبی وغیرہ بحوالہ تفسیر ماجدی "ملخصاً")

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو کتاب یعنی عطا فرمائی اور قانون شریعت بھی دیا تاکہ تم ہدایت پر رہو * بچھڑا پوجنے کے جرم کی سزا میں ایک جماعت سے مطالبہ کیا جاتا تو ان میں کوئی باقی نہ بچتی * پھر بھی کرم کیا گیا * (مجرموں کے ارتداد کا) سبب کچھ دن * پھر کچھ لوگوں کو قتل کرا کے سب کی خطا معاف کر دی۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر)

خلاصہ: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر احسانات میں ان آیتوں میں اور پچھلی آیتوں میں جو ذکر فرمایا گیا ہے (۱) بنی اسرائیل کی (اپنے عہد میں) سارے زمانہ پر فضیلت (۲) فرعون کے مظالم اور بنی اسرائیل کی اولاد نرینہ (۳) بنی اسرائیل کو دریا پھاڑ کر سلامت نکالا جانا * فرعون اور اس کے ساتھیوں کا دریا میں غرق کر دیا جانا (۴) کتاب (توراۃ) اور احکام شریعت یا معجزات کا عطا ہونا (۵) بچھڑے کی پرستش کے مجرمین کی توبہ کی قبولیت اور بطور کفارہ انفسی آپس میں قتل کا حکم پھر ایک بڑی تعداد کے قتل پر انہیں معافی، مقتولوں کو مرتبہ شہادت اور قاتلوں کی برأت ملنا۔ ایسے احسان و انعام ہیں جن پر بنی اسرائیل جتنا شکر کرتے کم تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا اور اپنے بندوں پر بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ
اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ وَظَلَّلْنَا
عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا
ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ اور جب تم نے (موسیٰؑ سے) کہا کہ موسیٰؑ جب تک ہم خدا
کو سامنے نہ دیکھ لیں گے تم پر ایمان نہیں لائیں گے تو تم کو بجلی نے آ گھیرا اور تم دیکھ رہے تھے پھر موت آ جانے
کے بعد ہم نے تم کو از سر نو زندہ کر دیا تاکہ احسان مانو اور بادل کا تم پر سایہ کئے رکھا اور (تمہارے لئے) من وسلویٰ
اتارتے رہے کہ جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں ان کو کھاؤ پیو (مگر تمہارے بزرگوں نے ان نعمتوں کی
کچھ قدر نہ جانی) اور وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑتے تھے بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔ (۲/۵۵تا۵۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنے ساتھ بنی اسرائیل کے ستر اشخاص کو لے کر اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق کوہ طور پر گئے اور ان لوگوں نے کلام حق تعالیٰ سنا تو حضرت موسیٰؑ سے کہنے لگے کہ ہم تو تب مانیں جب اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ لیں اس گستاخانہ سوال پر ان پر آسمان سے دیکھتے ہی دیکھتے بجلی گری اور ایک کڑک ہوئی کہ آواز سنتے ہوئی جیسے بیٹھے تھے ویسے ہی مر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر رو رو کر گڑگڑانے لگے اور بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ بار الٰہ بنی اسرائیل کو میں کیا جواب دوں گا جبکہ ان کے سردار اور بہترین لوگوں کی یہی موت ہو گئی اگر یہی منظور تھا تو انہیں اور مجھے پہلے ہی ختم کر دیتا خداوندا ان بے وقوفوں کی بے وقوفی پر ہمیں ہلاک نہ کر یہ دعا مقبول ہوئی اور آپ کو معلوم کرا دیا گیا کہ یہ لوگ بھی بچھڑا پرستی والوں میں تھے [illegible] پھر انہیں زندہ کر دیا * اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سلسلہ میں غمام اور من وسلویٰ کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

اور ہم نے تم پر جنگل میں بادل کا سایہ کر دیا کہ اس جنگل میں دھوپ نہ لگے اور ترنجبین اور بٹیر نام کا پرندہ تمہارے واسطے اتارا اور کہا کہ کھاؤ اس عمدہ روزی سے جو ہم نے تم کو دیا اور ذخیرہ نہ کرو مگر انہوں نے ناشکری کی اور ذخیرہ کیا اس لئے من وسلویٰ ان سے منقطع ہو گیا اور انہوں نے کچھ ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالا۔ (جلالین)

یہ اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پر چھٹا اور ساتواں انعام تھا * صاعقۃ اس ہیبت ناک آواز کو کہتے ہیں جس میں آواز ہو اور وہ آسمان سے نازل ہو * بنی اسرائیل کے ستر افراد کا موت کے بعد زندہ کیا جانا * بادل کا سایہ بنا کر بنی اسرائیل پر رحم کیا جانا۔ نیز من وسلویٰ سے بہرہ مند کیا جانا۔ (بحوالہ روح البیان)

علماء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ کہاں کا واقعہ ہے محمد بن اسحٰق کا قول ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب گوسالہ پرستی کی سزا میں بنی اسرائیل پر قتل نفس کی توبہ مقرر ہوئی تو موسیٰؑ اپنی قوم کے ستر شخصوں کو لے کر کوہ طور پر عذر خواہی کے لئے گئے *
دریا سے عبور کر کے جب بنی اسرائیل بیابان میں آئے اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل کا سایہ بنا کر انہیں دھوپ کی شدت سے بچایا
اور ان کو کھانے کیلئے من وسلویٰ نازل کیا۔ (بحوالہ حقانی)

"من" ترنجبین کی طرح ایک شیریں چیز تھی جو رات کو صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ہر شخص کے لئے ایک صاع کی مقدار آسمان

سے غافل ہو گئی تو اس کو چاروں طرف سے ... ہر روز بھوکا رہنا پڑتا۔ سلویٰ ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے اس کو ہوا لاتی ہے شکار کر کے کھاتے دو قسم کی چیزیں تھیں من شبنم کی طرح ... آتی ہر روز بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ جتنی ضرورت ہو جمع کرو ایک دن سے زیادہ جمع نہ کرو۔ بنی اسرائیل نے ان نعمتوں کی ناشکری کی ذخیرے جمع کئے وہ سڑ گئے اور ان کی آمد بند ہو گئی ... انہوں نے اپنا ہی نقصان کیا دنیا میں نعمت سے محروم اور آخرت میں سزا اور عذاب کے مستحق ہوئے۔ (تفسیر ... بحوالہ کنز الایمان)

بنی اسرائیل کی یہ گمراہی کہ ان کے دلوں میں وحی الٰہی پر کامل یقین نہ تھا * صحرائے سینا کی بے آب و گیاہ سرزمین میں زندگی کی تمام ضروریات کا مہیا ہو جانا لیکن بنی اسرائیل کا کفرانِ نعمت کرنا۔ (ترجمان القرآن)

جب فرعون غرق ہو چکا اور بنی اسرائیل خلاصی ہو کر میدان جنگل میں ان کے خیمے لگے تھے تو سارے ان پر آفتاب کی دھوپ کا بچاؤ ... اور راہ ... تو بھیجا من و سلویٰ اترا من ایک چیز تھی میٹھی دھنیے کے سے دانے رات کو اوس میں برستے لشکر کے گرد ڈھیر ہو جاتے جس کو ہر آدمی اپنی قوت کے برابر جمع کرتا اور سلویٰ ایک جانور کا نام ہے شام کو لشکر کے گرد ہزاروں جانور جمع ہوتے اندھیرا ہوئے پکڑ لاتے کباب کر کر کھاتے ... (موضح القرآن)

خلاصہ: ان آیات کا ربط پچھلی آیات مبارکہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو انعامات فرمائے ان کے سلسلہ میں ... کا ذکر ہو چکا ہے اب مزید احسانات بیان ہو رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ... لوگوں کو ساتھ لے کر کوہ طور گئے تھے تو ان کی قوم ... گمراہی میں ... جب ان لوگوں نے کلام ربانی سننے کی سعادت پائی لیکن انہوں نے ... کی ضد کی جس کے باعث ایک کڑکتی بجلی نے انہیں موت کی آغوش میں پہنچا دیا۔ حضرت موسیٰؑ کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کیا تاکہ وہ حقیقی معنوں میں شکر گزار بندے بن جائیں۔ فرعون کی غرقابی کے بعد بیابانِ تیہ میں جہاں بنی اسرائیل بھٹکتے رہتے تھے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے ... دھوپ کی تمازت سے محفوظ رکھنے کے لئے بادل کا سایہ اور بھوک و پیاس کی مصیبت سے چھٹکارا دینے کے لئے من و سلویٰ کی نعمتوں سے مالا مال کیا۔ من ایک شیریں رطوبت تھی جو ترنجبین کے مشابہ اور درختوں پر دانہ دار شبنم کی قسم کی چیز تھی ہر حال میں ایک عمدہ غذا اور نعمت تھی ... اور سلویٰ ایک قسم کا بٹیر تھا جس کے گوشت سے وہ لطف اندوز ہوتے تھے۔ ان نعمتوں سے ... استفادہ کی اجازت تھی لیکن ذخیرہ اندوزی سے منع کیا گیا تھا لیکن جب بنی اسرائیل نے نافرمانی کی اور جب وہ من و سلویٰ کا ذخیرہ کرنے لگے تو ذخیرہ سڑ گیا اور ناقابل استعمال ہو گیا بلکہ ان نعمتوں کا سلسلہ موقوف ہو گیا اس طرح بنی اسرائیل نے عدول حکمی کر کے خود اپنا نقصان کر لیا۔

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا
الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝
فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ
ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ اور جب ہم نے (ان کو) حکم فرمایا کہ
اس گاؤں میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ (پیو) اور (دیکھنا) دروازے میں
داخل ہونا تو سجدہ کرنا اور حِطّۃٌ (بخش دے) کہنا ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے
والوں کو اور زیادہ دیں گے تو جو ظالم تھے انہوں نے اس لفظ کو جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا اور بات سے
بدل دیا تو ہم نے ان ستم پیشہ لوگوں پر آسمان سے عذاب کیونکہ وہ نافرمانیاں کئے جاتے تھے (۲/۵۸،۵۹)

مراد اس سے بیت المقدس ہے یہ واقعہ تیہ سے نکلنے کے بعد کا ہے۔ جمعہ کے دن شام کو اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے ہاتھ پر فتح کرا دیا بلکہ سورج کو ان کے لئے خاص دیر ٹھہرا دیا تھا تاکہ فتح ہو جائے۔ فتح کے بعد انہیں یہ حکم ہوا کہ اس شہر میں سجدہ کرتے ہوئے جاؤ جو اس فتح کا شکر گزاری کا ہوگا ابن عباسؓ نے سجدہ سے مراد رکوع لی ہے۔ رازی کہتے ہیں کہ سجدے سے مراد یہاں پر خشوع و خضوع ہے کیونکہ حقیقت پر اسے محمول کرنا ناممکن ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا اس کا نام باب الحطہ تھا (ابن کثیرؒ)

جب ہم نے ان (بنی اسرائیل) کو اس میدان سے نکلنے کے بعد کہا کہ بیت المقدس یا اریحا میں چلے جاؤ وہاں جو چاہو فراغت سے کھاؤ کچھ روک ٹوک نہیں۔ اور دروازہ میں جھک کر گھسو اور کہو کہ ہماری طلب یہ ہے کہ ہمارے گناہ معاف کئے جائیں تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور جو ہمارے فرمانبردار ہیں ان پر زیادہ انعام کریں گے پس ان ظالموں نے اس کو بدل دیا جو ان کو کہا گیا تھا * سرینوں پر گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے سو ہم نے ان ظالموں پر ایک وبا آسمان سے بھیجی جس میں ستر ہزار آدمی ہلاک ہو گئے کیونکہ وہ ہماری اطاعت سے نکلے ہوئے تھے۔ (حقانیؒ)

بنی اسرائیل پر یہ آٹھواں انعام ہے * عنقریب تم اس شہر کو (جس کو اریحا کہتے ہیں) فتح کر دو گے * جب دروازے میں سے گزرو تو اپنی فتح اور جاہ داری پر نہ اترانا بلکہ سجدہ کرتے ہوئے یعنی عاجزی کرتے ہوئے اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے جانا اس پر ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے * مگر جب یوشع بن نون کے عہد میں بنی اسرائیل نے یہ شہر فتح کئے تو بجائے تواضع اور استغفار کے سرکشی اور بدکاری شروع کی * خدا تعالیٰ نے ان پر آسمانی بلا نازل کی۔ (حقانیؒ)

اللہ تعالیٰ نے ان پر شہر کا داخلہ مباح کر کے جنگل کی وحشت دور فرمائی * بیت المقدس کو قریہ سے تعبیر فرمایا * انہیں داخلہ کا حکم آرام سے اور فراخی کے ساتھ تھا * ہر شے مباح کی اور تم پر فراخی کر دی * قریہ کے اس دروازہ سے داخل ہو جاؤ * سر کو تواضعاً نیچے کرتے ہوئے * بعض کہتے ہیں اس (حِطّۃٌ) سے کلمہ شہادت مراد ہے ... جو گناہوں کو گرا دینے والا ہے * اس کے علاوہ تمہیں سزا نہیں دی جائے گی * محسنین کو اپنے فضل سے ثواب بھی زیادہ دیں گے * ظالموں نے استغفار اور توبہ کے لفظ کو معصیت سے تبدیل کر ڈالا * رجز دراصل مکروہ شے کو کہتے ہیں جس سے طبیعت نفرت کرے ... یہاں طاعون مراد ہے (روح البیانؒ)

ٹھٹھے سے حطۃ کے بدلے کہنے لگے حنطۃ یعنی گیہوں اور کودتے کے بدلے لگے سرین پر گھسٹنے پھر شہر میں جا کر ان پر طاعون پڑا یعنی وبا پھوٹ پڑی کی دو پہر میں قریب ستر ہزار آدمی مرے ("موضح القرآن" تفسیر از شاہ عبد القادر صاحب)

یہ دروازہ اس لئے تنگ تھا کہ اس میں داخل ہونا اور اس کی طرف سجدہ کرنا سبب کفارہ ذنوب قرار دیا گیا۔ (حاشیہ تفسیر [illegible])

بقول شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ قصہ بھی زمانہ وادی تیہ کا ہے کہ جب من و سلویٰ کھاتے کھاتے اکتا گئے تو اپنے ہمسروں کھانا تو اس کی درخواست کی ... ان کو حکم ہوا تھا اگلے شہر میں جا بسنے کا کہ وہاں اسے معمولی چیزیں کھانے پینے کو ملیں گی (بیان)

تو سر گناہ کا معاملہ [illegible] ہو ہی جاتا ہے یعنی چھپے گناہ کی چھپی توبہ اور ظاہر گناہ کی ظاہر توبہ * انبیاء کرام کی مخالفت سے دنیاوی عذاب بھی آجاتا ہے * مومن کو [illegible] دنیوی تکلیفیں کفارہ گناہ ہیں * طاعون بنی اسرائیل کے زمانے سے شروع ہوا (بحوالہ اشرف التفاسیر)

"سُجَّدًا" یہاں اپنے لغوی معنی میں ہے یعنی عاجزی یا فروتنی کے ساتھ سجدہ نماز کی ہیئت مخصوص مراد نہیں (راغب، ابن جریر، کبیر، قرطبی) "قُوْلُوْا حِطَّةٌ" سے یہ مراد نہیں کہ بعینہٖ لفظ حطۃ کا تلفظ ادا کرتے جاؤ، یہ لفظ تو عربی ہے اور اسرائیلیوں کی زبان عربی نہیں عبرانی یا [illegible] مراد یہ ہے کہ اپنی زبان سے بھی کلمات توبہ و استغفار ادا کرتے رہنے کا حکم ملا تھا (کبیر، روح المعانی) "رِجْزًا" عذاب ہے مراد [illegible] "مِّنَ السَّمَآءِ" یہ فقرہ اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ وہ عذاب آسمانی حاکم کی طرف سے نازل ہوا تھا۔ (بیضاوی) "الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا" کی تکرار آیت میں ان ظالموں کے ظلم کو نمایاں کرنے کے لئے ہے (کبیر، قرطبی) "بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ" یعنی ان کی مسلسل نافرمانیوں کے باعث۔ "ب" یہاں سببیہ ہے (جلالین، ابو السعود) بحوالہ (ماجدی ملخصاً)

خلاصہ:- آیات پچھلی آیتوں سے مربوط و متعلق ہیں بنی اسرائیل پر کئے گئے انعامات میں "تیہ" میں چالیس سالہ قید سے رہائی، عطا ہونا، فتح شہر "بیت المقدس" یا اریحا میں داخلہ اور بوقت داخلہ "حِطَّةٌ" کہتے جانا اس طرح کہ عجز و فروتنی سے جھکے ہوں، سجدہ شکر اللہ تعالیٰ کی طرف اس پر بخشش گناہ [illegible] گزاری کے بدلے احسان فرمایا [illegible] ان میں جو لوگ ظالم اور نافرمان تھے انہوں نے اس کے برخلاف کیا یعنی عجز و انکسار کے بجائے فخر و تکبر، عفو طلبی کے بجائے ہنسی دل لگی، جھکنے کے بجائے سرینوں پر گھسٹتے ہوئے اور توبہ و استغفار کے کلمات کی بجائے اپنے مصیبت بھرے کلمے ادا کئے ان کی اس نافرمانی پر [illegible] آسمان سے عدول حکمی کرنے والوں کی بڑی تعداد ہلاک ہو گئی۔

(آئی ہرک شعبہ تفسیر)

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝

اور یاد کرو جب پانی کی دعا مانگی موسیٰ ؑ نے اپنی قوم کے لئے تو ہم نے فرمایا مارو اپنا عصا فلاں چٹان پر تو فوراً بہ نکلے اس چٹان سے بارہ چشمے پہچان لیا ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ کھاؤ اور پیو اللہ کے دیے ہوئے رزق سے اور نہ پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے۔ (۲/۶۰)

(ضیاء القرآن) یہ ایک اور نعمت ہے جو یاد دلائی جا رہی ہے کہ جب پیاس سے تمہارے نبی نے پانی طلب کیا تو ہم نے اس پتھر سے چشمے جاری کر دیے ... ہر ہر قبیلے کے لئے ایک ایک چشمہ ہم نے الگ الگ جاری کر دیا جسے ہر قبیلے نے جان لیا اور ہم نے کہہ دیا کہ من و سلویٰ کھاتے رہو اور ان چشموں کا پانی پیتے رہو اور اس بے محنت کی روزی کھا کر اللہ کی عبادت میں لگے رہو نافرمانی کر کے زمین میں فساد مت پھیلاؤ ورنہ یہ نعمتیں چھین جائیں گی۔ (ابن کثیر)

یہ وہی پتھر تھا جو موسیٰ (علیہ السلام) کے کپڑے لے کر بھاگا تھا۔ نرم جو کھردرا جیسا آدمی کا سر۔ (جلالین)

(حضرت موسیٰ ؑ کا عصا جسے پتھر پر مارنے کا حکم ہوا تھا وہ عصا) جنت کے مورد کے درخت سے تیار شدہ تھا جس کا طول مطابق موسیٰ علیہ السلام کے قد مبارک کے دس گز کا تھا اس کی شاخیں تھیں جو اندھیرے میں روشن ہو جایا کرتی تھیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جنت سے اٹھا لیا تھا تو وراثتاً انبیاء علیہم السلام کو ملتا رہا یہاں تک کہ شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچا پھر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دے دیا ★ مروی ہے کہ یہ پتھر طور کا تھا۔ موسیٰ ؑ نے اپنے ساتھ اٹھا رکھا تھا بالکل آدمی کے سر کی طرح چوڑا تھا اس کی طرفیں چار تھیں اور ہر طرف میں تین آنکھیں تھیں یا یہ وہ پتھر تھا جو موسیٰ ؑ کے کپڑے اٹھا کر بھاگا تھا جب موسیٰ ؑ نے غسل کے لئے کپڑے اس پر رکھے تھے ★ یا الحجر کا ال جنس کا ہے یعنی اپنا عصا اسی جنس کے کسی پتھر پر مارو ... کیونکہ کسی ایک پتھر پر عصا مار کر پانی نکالنا زیادہ دلالت کرتا ہے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت میں بہ نسبت معین پتھر کے کیونکہ [illegible] احتمال ہوگا کہ شاید اسی مخصوص پتھر میں پانی کی تاثیر موجود ہو جیسا کہ مقناطیس میں تاثیر ہے کہ لوہے کو کھینچ لیتا ہے۔ (روح البیان)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر پتھر میں سے پانی نکالا تھا کہ جو سببِ عادت قوت سے ... نکالا کرتا ہے ... چشمے پتھروں سے نکلتے ہیں مگر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] انگلیوں سے اس قدر پانی نکالا کہ جس کو [illegible] ہوا۔ (حقانی)

اس جنگل میں پانی نہ ملا تو ایک پتھر سے بارہ چشمے نکلے۔ بارہ قوم تھے [illegible] ہر قوم کا [illegible] جب مقام ہوتا تو رکھ دیتے۔ (موضح القرآن)

(حضرت موسیٰ ؑ) کے پاس ایک مربع پتھر تھا جب پانی کی ضرورت ہوتی آپ اس پر عصا مارتے تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو جاتے اور ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت مبارک سے چشمے جاری فرما کر جماعت کثیرہ کو سیراب فرمایا اس سے ... معجزہ ... (خازن و مدارک و جواہر ...)

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ ایسے خوارق کا انکار کرنا بڑی غلطی ہے جب کہ بعض پتھروں میں خلافِ قیاس و عجیب از عقل اثرات پائے
جاتے ہیں کوئی پتھر ایسا ہو جو لوہے کو جذب کر لیتا ہے تو اگر اس پتھر میں یہ تاثیر پیدا کر دی ہو کہ اجزاءِ ارضی سے پانی کو جذب کرے اور اس سے پانی نکلتا ہو تو کیا تعجب ہے (بیضاوی)
(بنی اسرائیل) کے بارہ خاندان اسی طرح تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے ہر ایک کی اولاد کا ایک
الگ خاندان تھا۔ ان کا انتظامی معاملہ بھی الگ الگ ہی رکھا جاتا تھا... اس لیے بارہ چشمے ہی نکلے۔ (معارف القرآن)

صحرائے سینا میں پانی کے چشموں کا نمودار ہو جانا بھی بنی اسرائیل کی زندگی کے ان ہی واقعات میں سے ہے جو قرآن نے یاد دلائے (ترجمان القرآن)
اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے (۱) اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے (۲) اللہ کی مدد کا ہونا بالیقین مطلوب ہے
(۳) اللہ تعالیٰ سے پانی طلب کرنا سنت ہے (۴) اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں انبیاء کرام کے ذریعہ عطا فرماتا ہے (اور ان کے معجزہ سے یہ معلوم
ہوا کہ) نعمت نعمتیں ہیں اور معیشت نہ آئے تو فساد برپا کرتے ہیں۔ فساد سے نعمتیں چھین لی جاتی ہیں (بحوالہ اشرف التفاسیر)
"استسقیٰ" لفظی معنی پانی طلب کرنا مراد ہے کہ پانی کے لئے دعا کی (کشاف) "عصا" معروف معنی لاٹھی یا ڈنڈا کے ہیں
"الحجر" سے مراد کوئی خاص چٹان ہے جو حضرت موسیٰؑ کے علم میں تھی (تفسیر بیضاوی اور معالم) "فانفجرت" کے عام و معروف معنی
ابل پڑنے کے ہیں۔ "اناس" یعنی بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں میں سے ہر گروہ (بیضاوی، بحر) اناس صیغۂ جمع ہے
لیکن اس کا کوئی واحد لفظ نہیں آیا (روح المعانی) "مشربہم" یعنی اپنے اپنے پانی پینے کی جگہ (کشاف و
جلالین) "لا تعثوا فی الارض مفسدین" عثی کے معنی خود فساد میں حد سے گذر جانے کے ہیں (قرطبی و معالم التنزیل)
"مفسدین" جو ترکیب میں حال واقع ہوا ہے ہر چیز سے فساد پر زور دینے کے لیے ہے (قرطبی) بحوالہ (تفسیر ماجدی "ملخصاً")

خلاصہ اس واقعہ سے متعلق مفسرین کرام نے مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے کہ یہ تیہ کا واقعہ ہے یا کسی اور مقام
کا یا دیگر سفر میں اس کا ظہور ہوا۔ تاہم بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا انعام خاص تھا کہ جب وہ پیاس کی شدت سے
مضطرب ہوئے اور صحرا میں کہیں پانی کا نام و نشان نہ تھا قوم نے حضرت موسیٰؑ سے دعائے استسقاء کی درخواست کی جس پر آپ نے
بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ عصا کو ایک خاص پتھر پر مارو۔ جب ایسا کیا گیا تو بارہ چشمے پھوٹ
پڑے جو بنی اسرائیل کے بارہ خاندانوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مخصوص ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس لطف خاص سے
نوازا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے کھائیں اور پئیں البتہ [illegible] پابند کر دیا گیا کہ وہ زمین میں
فتنہ و فساد نہ پھیلائیں۔

97

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ
الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي
هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ
بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ○

اور یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰؑ! ہم صبر نہیں کر سکتے ایک ہی طرح کے کھانے پر سو آپ دعا کیجئے ہمارے لئے اپنے
پروردگار سے کہ نکالے ہمارے لئے وہ جو کہ زمین اگاتی ہے (مثلاً) ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز
(موسیٰؑ نے) کہا کیا تم لینا چاہتے ہو وہ چیز جو ادنیٰ ہے اس کے بدلہ میں جو عمدہ ہے (اچھا) جاؤ کسی شہر میں تمہیں مل
جائے گا جو تم نے مانگا اور مسلط کر دی گئی ان پر ذلت اور غربت اور مستحق ہو گئے غضب الٰہی کے یہ (سب کچھ)
اس وجہ سے تھا کہ وہ انکار کرتے رہتے تھے اللہ کی آیتوں کا اور قتل کرتے تھے انبیاء کو ناحق یہ (سب کچھ) اس وجہ
سے تھا کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے بڑھ جایا کرتے تھے۔ (۲/۶۱)

یہاں بنی اسرائیل کی بے صبری اور نعمت خداوندی کی ناقدری کا بیان ہو رہا ہے کہ منّ و سلویٰ جیسے پاکیزہ طعام حلال سے
صبر نہ ہو سکا اور ردی چیزیں مانگنے لگے ٭ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو ڈانٹا کہ تم بہتر چیز (کو چھوڑ کر اس کے بدلہ) ادنیٰ چیز کیوں
طلب کرتے ہو پھر فرمایا جاؤ شہر میں یہ سب چیزیں مل جائیں گی ٭ جس شہر میں جاؤ گے یہ تمام چیزیں پاؤ گے میری دعا کی کیا ضرورت ہے؟
٭ ذلت اور مسکینی ان پر مسلط کر دی گئی اہانت و پستی ان پر ڈال دی گئی [illegible] ان سے دور کر دی گئی [illegible] مسلمانوں کے قدموں تلے [illegible]
ذلت میں قائم کی گئی [illegible] خدا کا غضب [illegible] ان پر اترا ٭ یہ تمام [illegible] ان کے تکبر عناد حق کی قبولیت سے انکار
اللہ کی آیتوں سے کفر اور انبیاء اور ان کے تابعداروں کی اہانت اور ان کے قتل کی بناء پر تھا [illegible] (کلام ابن کثیر)
... [illegible] ٭ ان پر خدا کا غضب اس وجہ سے ہے کہ وہ
آیات الٰہی کا انکار کرتے تھے اور [illegible] زکریاؑ اور یحییٰؑ جیسے پیغمبروں کو انہوں نے ناحق قتل کیا [illegible] (کلام [illegible])
[illegible] ٭ مسور کی دال [illegible] صالحین کا طعام ہے ٭ [illegible] (کلام [illegible])
اس کے بعد [illegible] ماسألتم [illegible] سوال الطعام [illegible]
[illegible] (حقانی)
انبیاء و صالحین کی [illegible]
[illegible] حضرت موسیٰؑ [illegible]
[illegible] (حاشیہ [illegible])
[illegible] منّ و سلویٰ [illegible] ٭ [illegible]

[illegible]

کہ یہود بار بار سے سلطنت اور حکومت چھین لی گئی * اس حقیقت سے معتبر مختلف ادوار میں یہود دوسروں کے ماتحت رہے جس کی وجہ اثر دل پر
یہ کیفیت تھی کہ ہر بار ان میں ذلت و مسکنت، فساد اور بغض و عناد بڑھتا گیا۔ (بحوالہ بیان القرآن)

محکومی و غلامی سے قوم کا اخلاق پست ہو جاتا ہے اور عقیدہ و عمل ہر چیز میں ضعف آ جاتا ہے۔ بنی اسرائیل
فراعنہ مصر کی غلامی سے آزاد ہو گئے تھے اور قومی عظمت کا مستقبل ان کے سامنے تھا لیکن وہ ان حقیر و ادنیٰ چیزوں کا ذکر
کر رہے تھے جو مصر کی غلامانہ زندگی میں میسر تھیں [illegible] آزادی [illegible] (ترجمان)
وہاں بنی اسرائیل [illegible] تمام اقوام میں ذلیل و حقیر سمجھے جاتے [illegible]
ان کو [illegible] (معارف القرآن)

حرص و ہوس کا نتیجہ برا ہے * ہر چھوٹی بڑی چیز رب سے مانگنی چاہیے * کوئی دعا کرے تو اس دعا کے متعلق مشورہ دیں *
[illegible] * دل کی ہر بات [illegible] * انبیاء علیہم السلام [illegible] (انوار التنزیل)
یہاں بطور [illegible] بنی اسرائیل [illegible] مسلط کی گئی تھی [illegible]
[illegible] (ضیاء القرآن)

[illegible] * [illegible] لفظ [illegible] *
"ضربت" [illegible] "مسلط کر دی گئی" ۔ "ذلّة" [illegible] خواری [illegible] "مسکنة" [illegible] *
[illegible] (فتاویٰ قرطبی / تفسیر عبدالماجدی)

خلاصہ: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو انعامات فرمائے ان کے [illegible]
بنی اسرائیل [illegible] آسمانی نعمت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○

بے شک جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابی (غرض) جو کوئی بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے سو ان (سب) کے لئے ان کے پروردگار کے پاس ان کا اجر ہے اور نہ کوئی اندیشہ ان کے لئے ہے اور نہ وہ کوئی غم کریں گے اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا اور ہم نے تمہارے اوپر (کوہ) طور بلند کیا مضبوطی کے ساتھ (اس کتاب) کو پکڑ رکھو جو ہم نے تم کو دی اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ (۲/ ۶۲ اور ۶۳)

یہاں ان سب جو لوگ نیک ہیں ان کے ثواب کا بیان ہو رہا ہے جو نبی کی تابعداری کرنے والوں کے لئے یہ بشارت قیامت تک ہے کہ وہ آئندہ کے خوف سے نڈر اور چھوٹ جانے والی چیزوں پر حسرت سے پاک ہیں * اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ان کے عہد و پیمان یاد دلا رہا ہے کہ اپنی عبادت اور اپنے نبی کی اطاعت کا وعدہ تم سے لے چکا ہوں اور اس وعدہ کو پورا کرانے کے لئے میں نے طور پہاڑ کو تمہارے سروں پر لا کھڑا کر دیا تھا..... اور یہ یقین کر چکے وہ اب گر کر انہیں کچل ڈالے گا..... خدا تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور پہاڑ کو ہٹا لیا "جو ہم نے دیا" سے مراد تورات ہے قوت سے مراد طاقت ہے یعنی تورات پر مضبوطی سے جم کر عمل کرنے کا وعدہ کرو ورنہ پہاڑ تم پر گرا دیا جائے گا اور اس میں جو ہے اسے یاد کرو۔ (ابن کثیر)

(آمن اور عمل کی ضمیر میں من کے لفظ کی رعایت اور اس کے مابعد میں اس کے معنی کی) اور یاد کرو جب ہم نے تم سے تورات پر عمل کرنے کا وعدہ لیا جب تم نے قبول کرنے سے انکار کیا تو جبریل طور کو نیچے سے اکھاڑ کر تمہارے اوپر اٹھا لیا (جلالین)

جس کے عقیدہ کا انشراح اللہ تعالیٰ کے نور سے ہو جاتا ہے تو اس کا ایمان تقلیدی نہیں ہوتا نہ کسی رسم و عادت اور آباء کی اقتدا سے ہوتا ہے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا "لا خوف علیھم" یعنی ان کو نہ شدت عذاب سے کوئی خوف نہیں "ولا ھم یحزنون" انہیں آرزوؤں کا فوت ہو جانے کا غم ہوگا مندرجہ ذیل آیت میں چار چیزوں کا حکم ہے (۱) حفظ الاحکام (۲) ان پر عمل کرنا (۳) ان کو نہ بھولنا (۴) الفاظ ضائع نہ کرنا (روح البیان)

"الذین آمنوا" سے حقیقی اہل ایمان مراد ہیں کہ جو زمانہ ماضی میں ایمان لا چکے اور "آمن" سے زمانہ آئندہ میں ایمان پر ثابت قدمی مقصود ہے یعنی خواہ یہودی ہو خواہ حقیقی مومن ان میں سے جو ایمان پر قائم رہا (تفسیر حقانی)

یعنی کسی فرقہ پر موقوف نہیں بلکہ ایمان شرط ہے اور عمل نیک اپنے اپنے وقت جس نے یہ کیا ثواب پایا۔ یہ اس واسطے فرمایا کہ بنی اسرائیل اسی پر مغرور تھے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں۔ ہم ہر طرح خدا کے ہاں بہتر ہیں۔ یہودی کہتے ہیں حضرت موسیٰ کی امت کو * صابئین کہتے ہیں ایک فرقہ ہے حضرت ابراہیم کو مانتے ہیں * جب تورات اتری تو کہنے لگے کہ ہم سے اتنے (احکام) حکم نہ ہوں گے تب پہاڑ اوپر آیا کہ گر پڑے تب ڈر کر قبول کیا (موضح القرآن)

درحقیقت پہاڑ کا سروں پر معلق کر دینا آیت الٰہیہ قدرت حق کی برہان قوی ہے اس سے دلوں کو اطمینان

حاصل ہوتا ہے کہ ایک شخص جو رسول معظم و دعوت الٰہی میں پر اطمینان ان کو ماننے اور جدید مہیا کرنے کا اصل سبب ہے (حاشیہ کنز الایمان)
اور آخرت کی ... (۱) بغیر ایمان کوئی عمل مقبول نہیں (۲) انبیاء میں سے ایک کا بھی انکار کفر ہے (۳) کوئی اپنے
بزرگوں کی عظمت پر گھمنڈ نہ کرے (۴) حق تعالیٰ کو کسی سے ذاتی عناد نہیں (۵) ایمان کا ذریعہ بننے والی دنیوی تکالیف انعام الٰہی ہیں (۶)
حق تعالیٰ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشترکہ ایمان ہے (۷) قرآن پاک کی تلاوت، غور و تدبر اور احکام پر عمل ضروری ہیں (بحوالہ تفسیر نعیمی)
اس اصل عظیم کا اعلان کہ سعادت و نجات ایمان و عمل سے وابستہ ہے * بنی اسرائیل کی یہ گمراہی کہ شریعت
کے احکام پر سچائی کے ساتھ عمل نہیں کرتے تھے اور ان سے بچنے کے لئے طرح طرح کے شرعی حیلے گھڑ لیتے تھے (ترجمان القرآن)
ایمان لانے کے معنی کل عقائد ضروریہ کو تسلیم کرتے ہیں ... الذین آمنوا مطلق صورت میں جہاں جہاں قرآن مجید میں آیا ہے
مراد اس سے مسلمان ہیں (بحر، ابن جریر) مذہب یہود ایک نسلی مذہب ہے تبلیغی مذہب نہیں کسی غیر اسرائیلی کو داخل بطور یہودی
بنانے کا طریقہ ان کے ہاں نہیں۔ عرب میں متعدد قبیلے ایسے آباد تھے جو نہ پیدائشی یہودی تھے اور نہ نسلاً اسرائیلی بلکہ عرب یا
بنی اسماعیل تھے لیکن یہود کی صحبت سے متاثر ہو کر انہوں نے بھی یہود کے طور طریقے بلکہ ان کے عقیدے اختیار کر لئے اور
رفتہ رفتہ ان کا شمار بھی یہودیوں کی آبادی میں ہونے لگا بجائے "الیہود" کے "الذین ھادوا" لانے میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں
کے عقائد اتقیاء کی جانب دلالت قریب واضح ہو جاتی ہے۔ النصاریٰ۔ نصاریٰ جمع ہے نصرانی کی۔ ملک شام (حال فلسطین)
میں ایک قصبہ ہے ناصرہ * حضرت عیسیٰؑ کا وطن یہی قصبہ ہے اور آپ یسوع ناصری اسی مناسبت سے کہلاتے ہیں ناصرہ کو عربی تلفظ میں نصران بھی
کہتے ہیں نصرانی کا انتساب اسی قصبہ کی جانب ہے (راغب، صحاح جوہری) الصابئون صابی کے لفظی معنی ہیں جو کوئی بھی اپنے دین کو چھوڑ
کر دوسرے دین میں آجائے یا اس کی طرف مائل ہو جائے۔ (تاج العروس، راغب) بحوالہ (تفسیر ماجدی، ملخصاً)
خلاصہ ان آیات میں اصل اصول ایمان و عمل کی حقیقت اور منافع کو واضح فرمایا گیا ہے۔ جو ایمان لائے اور عمل
صالح کرے وہ اجر و ثواب انعام و عطا کا مورد و مستحق ہوگا کسی کی تخصیص نہیں اور نہ خالق کو کسی سے ذاتی عناد ہے۔
البتہ ایمان لانے کے بعد عمل سے انکار وغیرہ وعید ہے۔ یہاں گو کہ بنی اسرائیل سے متعلق ہو کہ ایمان لانے کے بعد اس کے خلاف بغاوت کی وجہ سے تھا
اور جب انہوں نے عہد کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا۔ یہاں یہ کہہ دیا ہے کہ جو کوئی بھی (بنی اسرائیل کو توراۃ، نصاریٰ کو انجیل اور مسلمانوں کو قرآن مجید) اسے مانا لیکن
اب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن مجید کے نزول کے بعد صرف اتباع محمدی اور قرآن حکیم کو پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے ہی میں ہے یہ اعلیٰ مرتبہ یعنی
مسلمان ہونے ہی کی بدولت ہے جس کا صلہ تقویٰ اور اجر و نجات اخروی ہوگا۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ○ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ○

پھر تم اس (عہد) سے اس کے بعد (بھی) پھر گئے سو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم ضرور تباہ ہونے والوں میں سے ہوتے۔ اور تم خوب جان چکے ہو ان لوگوں کو جنہوں نے تم میں سے سبت کے بارہ میں تجاوز کیا تھا تو ہم نے ان سے کہا کہ دھتکارے ہوئے بندر ہو جاؤ۔ پھر ہم نے اسے (موجب) عبرت بنا دیا اس زمانہ کے اور اس کے بعد کے لوگوں کے لئے اور اسے (موجب) نصیحت (بنا دیا) خوف خدا رکھنے والوں کے لئے۔

(۲/البقرہ ۶۴ تا ۶۶)

(بنی اسرائیل) نے اتنے پختہ میثاق اتنے اعلیٰ عہد اور اس قدر زبردست وعدہ کی بھی پرواہ نہ کی اور عہد شکنی کی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی کرم فرمائی اور رحمت نہ ہوتی اگر وہ توبہ قبول نہ فرماتا اور نبیوں کے سلسلہ کو برابر جاری نہ رکھتا تو یقیناً تمہیں زبردست نقصان پہنچتا اس وعدہ کو توڑنے کی بنا پر دنیا اور آخرت میں تم برباد ہو جاتے۔ (ابن کثیر)

تم جانتے ہو ان کو جنہوں نے باوجود ممانعت کے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کر کے حد سے تجاوز کیا وہ لوگ ایلہ کے رہنے والے تھے سو ہم نے کہا تم بندر ہو جاؤ رحمت سے دور مردود ہو گئے اور تین روز کے بعد مر گئے۔ (جلالین)

اتباع شرع اور طریق حق سے قوت طبعیہ کے غلبہ کی وجہ سے باوجودیکہ تم سے وعدہ بھی لیا گیا اور طریق حق پر چلایا گیا لیکن تم نے روگردانی کی۔ ابتداء میں سبقت عنایت اور وسط میں اخذ میثاق بالتوبہ کی توفیق اور انتہا میں قبول توبہ اور اس کی توفیق پھر اس پر ثابت رکھنا نہ ہوتا تو تم گناہوں پر اصرار کرنے والے اور عقوبت و خسران میں گرفتار اور دنیا و آخرت کو چھین کر عذاب دنیا و آخرت میں مبتلا ہو جاتے جیسا کہ تم میں سے بعض کو یہ تمام خرابیاں پیش آئیں ✱ سبت دراصل قطع کو کہتے ہیں اور یہود کو بھی یہی حکم تھا کہ وہ دیگر اعمال سے قطع تعلق کر کے صرف عبادت میں مشغول رہیں اور نیند کو بھی سبات اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی حرکات اختیاریہ کو قطع کرتی ہے۔ (بحوالہ روح البیان)

یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سینکڑوں برس بعد گزرا حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں سمندر کے کنارے پر علاقہ شام میں کوئی شہر یا قصبہ تھا (جس کو بعض نے ایلہ کہا ہے) ہفتہ کے روز کو جس کو سبت کہتے ہیں موسوی شریعت میں شکار کھیلنے یا اور کاروبار دنیوی کرنے کی سخت ممانعت تھی۔ وہاں کے لوگوں نے حیلہ کیا کہ بالائی نالیاں حوضوں میں ڈالدیں ہفتہ کے روز ان نالیوں کے ذریعہ حوضوں اور تالابوں میں مچھلیاں جمع ہو جاتی تھیں اور وہ نالیوں کو بند کر دیتے تھے پھر اتوار کو پکڑ لیا کرتے تھے جب یہ نسل گزر گئی تو نئی نسل کے لوگ تو خاص ہفتہ کے دن بھی مچھلیاں پکڑنے لگے پر حیلہ انبیاء اور صلحاء سمجھاتے تھے مگر

وہ مانتے نہ تھے تب خدا تعالیٰ نے ان پر قہر نازل کیا کہ طاعون میں مبتلا ہوئے اور شدت ورم سے ان کی شکلیں بگڑ کر بندروں کی سی ہو گئیں اور تین روز میں ہزاروں آدمی مر گئے * یہود میں یہ واقعہ عبرت انگیز زبان زد تھا (کوائف حقانی)

فضل و رحمت سے یا توفیق توبہ مراد ہے یا تاخیر عذاب (مدارک وغیرہ) ایک قول یہ ہے کہ فضل الٰہی و رحمت حق سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک مراد ہے معنی یہ ہیں کہ اگر تمہیں خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی دولت نہ ملتی اور آپ کی ہدایت نصیب نہ ہوتی تو تمہارا انجام ہلاکت و خسران ہوتا۔ (حاشیہ کنز الایمان)

ان آیات مبارکہ سے یہ فوائد واضح ہوتے ہیں (۱) گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے (۲) کسی گناہ پر عذاب نہ آنا اس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں رب تعالیٰ کی پکڑ بسبب مہلت سے ہوتی ہے (۳) دوسروں کی مصیبتوں سے نصیحت حاصل کرنا چاہیئے اور ان کے واقعات کی خبر رکھنا بھی ضروری ہے (کوائف نور العرفان)

حق تعالیٰ کی رحمت عامہ دنیا میں مومن و کافر سب پر ہے * رحمت خاصہ کا ظہور آخرت میں ہوگا (بیان)

مخاطب وہ یہودی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے * حضور صلعم پر ایمان نہ لانا بھی عہد شکنی میں داخل ہے * عذاب کا نہ آنا حضور صلعم کی برکت ہے * فضل و رحمت کی تفسیر بعثت محمدیہ سے کی (گئی) ہے (کوائف معارف)

من بعد ذلك کتاب ہدایت و احکام مل جانے کے بعد (قرطبی) **لقد علمتم** قرآن بنی اسرائیل گروں کی تاریخ کا کوئی واقعہ ان کے لئے خوب اچھی طرح جانا بوجھا ہوا یاد دلا رہا ہے **منكم** یعنی تمہارے اسلاف واجداد میں سے **في السبت** یعنی احکام سبت کے بارہ میں **اعتدوا** تجاوز کر جاتے تھے۔ (بنی اسرائیل کی نافرمانی پر) سزا اسی طرح واقع ہوئی جیسی قرآن کے ظاہر الفاظ میں مذکور ہے (بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ) مسخ صرف معنوی ہوا تھا صوری نہیں **جعلنها** میں ھا کی ضمیر عقوبت کی طرف یا مسخ شدہ امت کی طرف ہو سکتی ہے **نكالا** وہ عقوبت سزا جو دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو **ما بين يديها وما خلفها**۔ ما دونوں جگہ من کے معنی میں آیا ہے یعنی ما کا استعمال جاندار، صاحب عقل مخلوق کے لئے ہوا ہے۔ (ابن جریر، راغب، المنار، ابن کثیر، روح المعانی، کشاف، جلالین) کوائف الماجدی "ملخصاً"

خلاصہ: بنی اسرائیل جب اپنے عہد سے منحرف ہو گئے تو انہیں یاد دلایا جا رہا ہے کہ اس کی سزا میں وہ تباہ و برباد ہو گئے ہوتے اگر فضل و رحمت حق ان پر نہ ہوا ہوتا۔ یہاں پر ایک مشہور واقعہ کو یاد دلایا جا رہا ہے جو یہود کے بچے بچے کو معلوم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہفتہ کا دن عبادات کے لئے خاص اور ان دنیوی کاموں و نیز شکار وغیرہ سے منع کر دیا تھا لیکن بعد میں یہود نے تجاوز کیا تھا اس پر انہیں سزا دی گئی جو "ذلیل بندر ہو جاؤ" کے طور پر سنائی گئی اور اس کا فوری اثر ظاہر ہوا۔ یہ بات وجہ عبرت بن گئی اس وقت موجود اور آنے والوں کے لئے اور بلاشبہ پرہیزگاروں کے لئے اس میں نصیحت ہے۔ بلاشبہ ظہور قدسی بعثت نبوی صلعم یہود و نصاریٰ ہی نہیں سارے انسانوں کے لئے فضل و رحمت پروردگار ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا
ھُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ○ قَالُوا ادْعُ لَنَا
رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ
وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ○ اور (وہ وقت یاد کرو)
جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہیں اللہ حکم دیتا ہے کہ ایک بقرہ ذبح کرو وہ بولے آپ ہم سے
ہنسی کرتے ہیں کیا؟ (موسیٰ نے) کہا اللہ مجھے اس سے پناہ میں رکھے کہ میں جاہلوں میں ہو جاؤں
وہ بولے ہماری طرف سے اپنے پروردگار سے درخواست کیجئے کہ وہ ہمیں بتا دے کہ وہ کیسی ہو؟ کہا کہ
وہ فرماتا ہے کہ وہ بقرہ نہ بوڑھی ہو اور نہ بن بیاہی (بچھیا) دونوں عمروں کے درمیان ہو سو (اب)
کر ڈالو جو کچھ تمہیں حکم ملا ہے! (۲/ ۶۷ اور ۶۸) بنی اسرائیل کے ایک تونگر اور بے اولاد شخص کو اس کے
بھتیجے نے دولت کی لالچ میں قتل کر کے اسے ایک محلہ کے دروازے کے باہر ڈال دیا تا کہ چچا کی دولت کا خود مالک بن جائے
اور قتل کا الزام دوسروں پر چلا جائے اور خود چچا کا خون بہا بھی حاصل کرے۔ ایسا کرنے کے بعد اس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ
اس کا چچا مار ڈالا گیا ہے اس نے قتل کا الزام اس محلہ کے لوگوں پر لگایا انہوں نے قتل سے انکار کیا لیکن مقتول کا
بھتیجا ان کے سر ہو گیا اور ان سے آمادہ پیکار ہوا تو سب نے اس معاملہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رجوع کیا اور سارا ماجرا سنا کر
حضرت موسیٰ سے فیصلہ چاہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تب یہ ارشاد ہوا۔ (بحوالہ ابن کثیر)

اور یاد کرو جب کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا البتہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک
گائے ذبح کرو انہوں نے کہا (آپ) ہم کو ایسا جواب دیتے ہیں کیا ہم سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام)
اللہ مجھے بچا دے کہ میں جاہلوں ہنسی کرنے والوں میں سے ہو جاؤں (بحوالہ جلالین)

"قال" جملہ مستانفہ ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پناہ کا طالب ہوں کہ میں جاہلین
میں سے ہو جاؤں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ میں استہزاء کرنا جہل اور بے وقوفی ہے مسئلہ:
اس سے ثابت ہوا کہ دین کے مسائل میں استہزاء کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ مسئلہ: اسی طرح اہل اسلام
سے استہزاء کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ مسئلہ: اسی طرح صاحب عزت و تعظیم سے استہزاء کرنا گناہ
کبیرہ ہے کیوں کہ جہالت ہے اور استہزاء کرنے والا مستحق وعید ہے۔ مسئلہ: مزاح استہزاء سے
نہیں کیوں کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایسا مزاح کہ اس سے انسان غصہ اور مشکل سے بچ
جانے کے لئے کرے تو جائز ہے۔ (روح البیان)

بنی اسرائیل میں عامیل نامی ایک مالدار تھا اس کے چچا زاد بھائی نے بطمع وراثت اس کو قتل کر کے
دوسری بستی کے دروازے پر ڈال دیا اور خود صبح کو اس کے خون کا مدعی بنا وہاں کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

سے درخواست کی کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حقیقت حال ظاہر فرمائے اس پر حکم ہوا کہ ایک گائے ذبح کرکے اس کا کوئی حصہ مقتول کے ماریں وہ زندہ ہو کر قاتل کو بتادے گا * کیونکہ مقتول کا حال معلوم ہونے اور گائے کے ذبح میں کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی * ایسا جواب جو سوال سے ربط نہ رکھے جاہلوں کا کام ہے یا یہ معنی ہیں کہ محاکمہ کے موقع پر استہزاء جاہلوں کا کام ہے انبیاء کی شان اس سے برتر ہے (تفسیر صدر الافاضل بر حاشیہ کنز الایمان)

انہوں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ رب سے دعا کرو اس گائے کی تخصیص فرمائے اور اس گائے کو مقرر کرے کہ وہ کیسی ہے تب آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ گائے ادھیڑ عمر کی ہے نہ تو بڑھیا ہے اور نہ بالکل چھوٹی بچھیا بلکہ اس کے درمیانی اسے قوم والو جو حکم ملا ہے کرگزرو زیادہ تحقیقات میں نہ پڑو۔ (تفسیر نعیمی)

حدیث شریف میں ہے کہ اگر وہ یہ تحقیق نہ کرتے تو اتنی قیدیں ان کے ذمہ نہ ہوتیں جو بھی بقرہ ذبح کر دیا جاتا کافی ہو جاتا۔ (معارف القرآن)

بَقَرَۃ اصلاً صرف گائے کے لئے ہے اور ثور کا مؤنث ہے لیکن بعض مفسرین نے اسے گائے اور بیل دونوں کے لئے عام رکھا ہے اور یہاں اس سے بیل مراد لی ہے۔ **جَاہِلِیْن** جہل کے لغوی معنی ہیں کسی کام کو اس کے برخلاف ادا کرنا جو اس کے ادا کرنے کا حق ہے۔ فقہاء مفسرین نے آیت سے استنباط کیا ہے کہ دین و مقدساتِ دین کے ساتھ استہزاء حکم جہل اور گناہِ عظیم میں داخل ہے اور اس کا مرتکب مستحق وعید ہے لیکن یہ تصریح بھی کردی ہے کہ مزاح یا خوش طبعی کو استہزاء یا تمسخر سے کوئی مناسبت نہیں۔ خوش طبعی تو خود رسول اللہ صلعم اور ائمہ دین سے برابر ثابت رہی۔ **فَارِضٌ** سے مراد بیان حقیقت نہیں بلکہ توضیح مزید ہے **فَارِضٌ** وہ ہے جس کے بچہ جننے کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہو **عَوَان** کے معنی درمیانی سن رکھنے والی۔ (راغب، بحر، کبیر، روح المعانی قرطبی، بیضاوی اور معالم التنزیل) بحوالہ (ماجدی ملخصاً)

خلاصہ : ان آیات جلیلہ میں بنی اسرائیل کا معمول ہدایات کی تعمیل میں بھی ٹال مٹول، حجت اور سرتابی سے متعلق حقائق بیان ہوئے ہیں اور اپنی انہی باتوں کی وجہ سے وہ قیود و پابندیوں میں جکڑے گئے۔ بنی اسرائیل میں ایک واردات قتل کے نتیجہ قاتل سے متعلق دریافت کے ضمن میں وہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرکے حقیقت معلوم کرنے کا معروضہ کیا تو ذبیحہ بقرہ کا حکم ملا اگر وہ بغیر حیلہ و حجت کوئی سا بقرہ ذبح کر دیتے تو کافی تھا۔ جیسے جیسے وہ سوال اور حجت کرتے گئے ان پر اس سلسلہ میں پابندیوں کا لزوم ہوتا گیا انہوں بقرہ کی عمر سے متعلق پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ نہ بڑی عمر والی ہو یعنی بڑھیا اور نہ بالکل چھوٹی عمر کی ہو یعنی بچھیا بلکہ درمیانی عمر کی ہو اور اس سلسلہ میں یہ تنبیہ بھی فرمائی گئی کہ تمہیں جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کرو۔

(ادارہ [illegible])

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ
صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ○ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن
لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ○
قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ
مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا
يَفْعَلُونَ ○

وہ بولے ہماری طرف سے اپنے پروردگار سے درخواست کیجئے کہ وہ ہمیں بتائے کہ اس کا رنگ کیسا ہو
کہا کہ وہ فرماتا ہے کہ وہ بقرہ خوب گہرے زرد رنگ کی ہو، دیکھنے والوں کو اچھی معلوم ہوتی
ہو، وہ بولے اپنے پروردگار سے ہماری طرف سے درخواست کیجئے کہ وہ ہمیں بتائے کہ
وہ (اور) کیسی ہو؟ اس لئے کہ بقرہ میں ہمیں اشتباہ پڑ گیا ہے اگر خدا نے چاہا تو ہم ضرور
راہ پا جائیں گے۔ کہا کہ وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے محنت کرنے والی نہ ہو جو زمین کو جوتتی ہے
اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو، سالم، اس میں (کوئی) داغ (دھبہ) نہ ہو وہ بولے اب آپ
ٹھیک پتہ لائے پھر انہوں نے اسے ذبح کیا، اور وہ ایسا کرتے معلوم نہیں ہوتے تھے (۲/ ۶۹ تا ۷۱)

ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکم ملتے ہی وہ (بنی اسرائیل) اگر کسی بقرہ کو
بھی ذبح کر ڈالتے تو کافی تھا لیکن انہوں نے پے در پے سوالات شروع کئے اور کام میں سختی بڑھتی گئی یہاں تک کہ
اگر آخر میں وہ انشاء اللہ نہ کہتے تو کبھی بھی یہ سختی نہ ہٹتی اور ان پر ظاہر نہ ہوتا۔ (قتیل از بنی اسرائیل کے
بقرہ کے بارے میں پہلے سوال کے جواب میں فرما دیا گیا کہ نہ تو وہ بڑھیا ہے نہ بالکل کم عمر ہے بلکہ درمیانی عمر کی ہے
پھر دوسرے سوال کے جواب میں اس کا رنگ بیان کیا گیا کہ وہ زرد رنگ کی اور خوش منظر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)
انہوں نے کہا کہ وہ چرنے والی ہو یا اس سے کام لیا جاتا ہو البتہ وہ گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے
جو مراد ہے وہ معلوم نہیں ہوتی اور اگر خدا چاہے گا تو اب ہم اس کی طرف راہ پا جائیں گے۔ (تفسیر جلالین)
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ ایسی گائے ہے نہیں کہ کام کاج سے
ذلیل و خوار ہو۔ یعنی وہ غیر ذلول ہے * جو زمین کو کھیتی کے لئے چیرتی ہے اور نہ جس پر پانی لادا جاتا
ہو * اسے اللہ تعالیٰ نے عیوب سے پاک رکھا اور کام کاج سے محفوظ فرمایا یا یہ معنی کہ اس کا رنگ
خالص ہے * کوئی دوسرا رنگ نہیں جو کہ اس کے چمڑے کے رنگ کے مخالف ہو۔ یہ زرد رنگ کی تھی یہاں
تک کہ سینگ اور کھر بھی * ان اوصاف کے سننے کے بعد کہنے لگے کہ حقیقی وصف اب بیان کیا ہے *
پھر انہوں نے اوصاف مذکورہ جیسی گائے حاصل کر لی اور اسے ذبح کر دیا لیکن اس سے پہلے اس سے بچنے کے در پے تھے۔

یعنی بعد توقف اور بحث وتکرار کے (بعد) ذبح کرنے پر آمادہ ہوئے (روح البیان)

علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ بیل ایک ایسے شخص کا تھا کہ جس نے مرتے وقت ایک لڑکا یتیم اور یہ بیل چھوڑا تھا اور خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں آپ کے سپرد کرتا ہوں یہ لڑکا اپنی والدہ کا نہایت فرمانبردار تھا کیونکہ جب بنی اسرائیل میں یہ قصہ پیش آیا تو یہ تمام صفات اسی بیل میں پائی گئیں۔ بنی اسرائیل نے اس سے خریدنا چاہا اس نے اپنی والدہ کی اجازت پر منحصر رکھا اس کی والدہ نے اس قدر قیمت لی کہ جو مدت العمر اس فرزند سعادت مند اور اس کی بیوہ کو کافی ہو گئی خدا تعالیٰ نے اس نیک مرد کے توکل کا اور اس فرمانبردار فرزند کی اطاعت کا ثمرہ دکھایا (تفسیر حقانی)

اس واقعہ سے کئی مسائل معلوم ہوئے (۱) جو اپنے عیال کو اللہ کے سپرد کرے اللہ تعالیٰ اس کی ایسی عمدہ پرورش فرماتا ہے (۲) جو اپنا مال اللہ کے بھروسے پر اس کی امانت میں دے اللہ اس میں برکت دیتا ہے (۳) والدین کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کو پسند ہے (۴) غیبی فیض قربانی و خیرات کرنے سے حاصل ہوتا ہے (۵) راہ خدا میں نفیس مال دینا چاہیے۔ (تفسیر صدر الافاضل برحاشیہ کنز الایمان)

کثرت سوال اور تعمق فی الدین کی گمراہی، یعنی احکام حق کی سیدھی سادی اطاعت کرنے کی جگہ رد و کد کرنا، طرح طرح کے سوالات گھڑنا، بلا ضرورت باریک بینیاں کرنا اور دقیقہ سنجیاں کرنا اور شریعت کی سادگی اور آسانی کو سختی اور پیچیدگی سے بدل دینا۔ (مولانا آزاد۔ ترجمان القرآن)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہ (وجہ) لکھی ہے کہ کسی شخص نے مقتول کی کسی لڑکی سے شادی کی درخواست کی تھی تو اس نے انکار کر دیا۔ اور اس شخص نے اس کو قتل کر دیا۔ قاتل لا وارث تھا ✶ غرض بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا ✶ جب بحکم خداوندی ایک بیل ذبح کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اپنی عادت اور جبلت کے مطابق اس میں تجسس نکالنا شروع کیا ✶ (اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں اس بارے میں ساری باتیں فرمائیں)
(کوالہ معارف القرآن)

خلاصہ: بنی اسرائیل میں پیش آنے والے اس واقعہ کے متعلق مفسرین کرام نے جو تفصیلات دی ہیں ان میں اختلاف تو ضرور ہے لیکن بنی اسرائیل کا اپنے عہد کو توڑنا، احکام سے سرتابی، بحث و تکرار اور تجسس کرنا قرآنی ارشادات کے مطابق ان کی عادت تھی۔ ذبیحہ بقرہ کے سلسلہ میں ان کے سوالات اسی جبلت کا اظہار کرتے ہیں۔ بقرۃ کے معنی ہیں گائے یا بیل دونوں ہیں اسی وجہ سے بعض نے مونث اور بعض نے مذکر استعمال کیا ہے۔ المنجد میں لکھا ہے "البقر" یعنی گائے۔ بیل "اسم جنس" واحد بقرۃ۔ جمع بقرات۔ حاشیہ تفسیر حقانی میں ہے "بقر اور بقرہ گائے بیل مذکر مونث دونوں پر اطلاق کئے جاتے ہیں۔ بقرۃ کی "ۃ" تانیث کے لئے نہیں، بلکہ جنس کے لئے ہے جیسا تمر اور تمرۃ میں ہے۔"

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

اور (وہ وقت یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا پھر تم اس بارے میں جھگڑنے لگے اور اللہ کو وہ ظاہر کرنا تھا جسے تم چھپا رہے تھے۔ تو ہم نے کہا کہ اس میت پر اس (بقرہ) کا کوئی ٹکڑا مارو۔ یوں ہی اللہ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ (۲/۷۲،۷۳)

یہاں وہی واقعہ پچھلا اور کھینچنے کا بیان ہو رہا ہے جس کی بابت القفی ذبیحہ بقرہ کا حکم ہوا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس کا کوئی ٹکڑا لے کر مقتول کے جسم پر لگاؤ * اس ٹکڑے کے لگتے وہ مردہ جی اٹھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے جھگڑے کا فیصلہ بھی اسی سے کیا اور قیامت کے دن جی اٹھنے کی دلیل بھی اسی کو بنایا۔ (ابن کثیر)

یہ مضمون لفظاً مؤخر ہے لیکن معناً مقدم ہے کیونکہ قصہ مذکورہ بالا کی ابتدا اسی سے ہے * مروی ہے کہ انہوں نے وہی ٹکڑا (ذبیحہ بقرہ کے بعد اس کا ٹکڑا) جسم سے لگایا تو مردہ باذن اللہ تعالیٰ زندہ ہوا اور اس کی رگوں سے بدستور خون جاری تھا اور کہا مجھے فلاں بن فلاں نے قتل کیا ہے جو کہ اس کے چچا زاد بھائی تھے پھر وہ مر گیا۔ پھر ان دونوں کو پکڑ کر قتل کیا گیا اور انہیں مقتول کی وراثت سے محروم کیا گیا۔ (روح البیان)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم مردوں کو اس طرح زندہ کر دیا کرتے ہیں اور تم کو اپنی نشانیاں دکھایا کرتے ہیں تاکہ تم اعمال اور اللہ تعالیٰ کی قدرت مطلق سمجھو۔ یہ تو سر مخفی ہے کہ بقرہ کے ذبح کرنے کی خصوصیت ڈالی ورنہ ویسے ہی اس کو کیوں زندہ نہ کر دیا۔ اس کو وہی جانتا ہے مگر دو فائدے اس کے ظاہر ہیں۔ اول حسنہ کا ثمرہ دوم ان کی سرکشی پر تازیانہ۔ (حقانی)

بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا تھا اس کا قاتل معلوم نہ تھا اس کے وارث ہر کسی پر دعویٰ کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح مردے کو جلا دیا اس نے بتایا کہ ان وارثوں ہی نے مارا تھا۔ (تفسیر حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی)

مسئلہ: قاتل مقتول کی میراث سے محروم رہتا ہے۔ مسئلہ: لیکن اگر عادل نے باغی کو قتل کیا یا کسی حملہ آور سے جان بچانے کے لئے مدافعت کی اس میں وہ قتل ہو گیا تو مقتول کی میراث سے محروم نہ ہوگا * اور تم سمجھو کہ بے شک اللہ تعالیٰ مردے زندہ کرنے پر قادر ہے اور روز جزا مردوں کو زندہ کرنا اور حساب لینا حق ہے۔ (حاشیہ کنز الایمان)

اس قدر صرف مقتول کا بیان اس لئے کافی سمجھا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تھا کہ یہ مقتول سچ بول رہا ہے * حق تعالیٰ کا کوئی فعل ضرورت یا مجبوری کی وجہ سے تو نہیں ہوتا بلکہ مصالح اور حکمت کے لئے ہوتا ہے اور ہر واقعہ کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی کے احاطہ علمی میں آ سکتی ہے۔ (خلاصہ معارف القرآن)

بنی اسرائیل کا قتل نفس میں بے باک ہو جانا جو شریعت الٰہی کی رو سے انسان کا بڑے سے بڑا جرم ہے۔ (مولانا آزاد۔ ترجمان القرآن)

ان آیات کا تعلق پچھلی آیات کے ساتھ مربوط ہے۔ یہاں ذبحِ بقرہ کی وجہ بیان ہو رہی ہے۔ پہلے ذبحِ بقرہ کا ذکر ہوا اب انسانی قتل کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے * اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ایک معجزہ یعنی مردے کو زندہ کرنا ظاہر فرمایا * منشاءِ رب یہ تھا کہ جو چھپایا جا رہا ہے اسے ظاہر فرما دے * اس واقعہ کو دیکھ کر یا سن کر سمجھ لو کہ اسی طرح حق تعالیٰ آئندہ بھی مردے زندہ فرمائے گا۔ (مجلہ تفسیر نعیمی)

مفسرین کرام کی متفقہ رائے یہ ہے کہ اوپر جو حکمِ ذبحِ بقرہ کا ملا ہے وہ اسی واقعہ قتل کے سلسلہ میں ہے قرآن مجید نے بیان میں صرف ترتیبِ واقعات میں تقدیم و تاخیر کر دی ہے * اصل قاتل کا پتہ نہیں چل رہا تھا کوئی کہتا تھا فلاں قاتل ہے اور کوئی کہتا فلاں۔ ایک دوسرے پر الزام لگا رہے تھے فَادّٰرَءْتُمْ کے معنی جھگڑنے کے بھی ہیں اور دفع کرنے کے بھی... یہاں اِدّٰرَءْتُمْ بروزن اِثَّاقَلْتُمْ سے مراد آپس میں جھگڑنے اور ایک دوسرے پر الزام ڈالنے سے ہے * قرآن مجید نے اپنی عام خصوصیت یعنی خاص سے عام کی تعلیم کی یہاں بھی بنی اسرائیل کے ایک جزئی واقعہ سے اپنی قدرت اور امکانِ بعث ہی کا پہلو نمایاں کیا۔
(جصاص، قرطبی، کبیر) بحوالہ (تفسیر ماجدی ملخصاً)

خلاصہ: بنی اسرائیل کے ایک شخص کے قتل کے بعد قاتل کون ہے کے سوال پر وہ آپس میں جھگڑنے لگے تھے حالانکہ قاتل انہی میں سے تھے اور وہ اپنے آپ کو چھپا رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اصل مجرموں کو اور ان کے غلط عزائم کو ظاہر فرمانا چاہتا تھا چنانچہ اپنی حکمتِ بالغہ اور قدرتِ کاملہ سے اس نے قاتلوں کو بے نقاب کر دیا۔ بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا کہ ایک بقرہ ذبح کر کے اس کا کوئی ٹکڑا مقتول کے جسم پر مارو۔ جب ایسا ہی کیا گیا تو وہ مردہ اللہ تعالیٰ کے حکم و مرضی سے زندہ ہو گیا اور اس نے اصل قاتلوں کے نام بتا کر نشاندہی کر دی۔ اس کے بعد وہ دوبارہ موت کی آغوش میں چلا گیا۔ اس طرح اس قتل کے متعلق بنی اسرائیل میں جاری بحث اور جھگڑے کا تصفیہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کر کے انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا یقین ہو گیا۔ اس واقعہ کے ذریعہ حق تعالیٰ نے بندوں کو دکھا دیا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح سے مردوں کو جلا دے گا اس کو عقل و شعور والوں کے لئے ایک عظیم نشانی بنا دیا۔ اور یہ گویا خود ایک روشن دلیل ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اسی طرح زندہ کیا جائے گا قیامت میں سب کے حساب و کتاب کا بھی ثبوت مہیا کر دیا گیا۔ پورا واقعہ پچھلی آیتوں کی تفسیر کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے ان آیات کا پچھلی آیات ہی سے ربط و تعلق ہے البتہ ترتیبِ واقعات میں تقدیم و تاخیر نے معترضین کو بے بنیاد موشگافیاں کا موقع دیا ہے۔ مقتول کے جسم پر جب ذبح شدہ بقرہ کا ٹکڑا لگایا گیا تو وہ زندہ ہوا اور جس کی قاتل کے طور پر نشاندہی کی تھی وہ اس کے ورثاء ہی میں سے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر قصاص کا حکم جاری فرمایا۔ اور اس کو مقتول کی میراث سے بھی محروم کر دیا۔ یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بندے سمجھیں اور ایمان پر قائم رہیں۔